مدیر : سمیع الحق

اس شمارہ میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۲۵/- روپے۔ فی پرچہ ۲/۵۰ روپے
بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ۔ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

ضبط و ترتیب ادارہ الحق اور وفاقی کونسل سیکرٹریٹ اسلام آباد

مجلس شوریٰ پاکستان

اسلامی نظام کے نفاذ کے بارہ میں تحریک التوا اور قرارداد
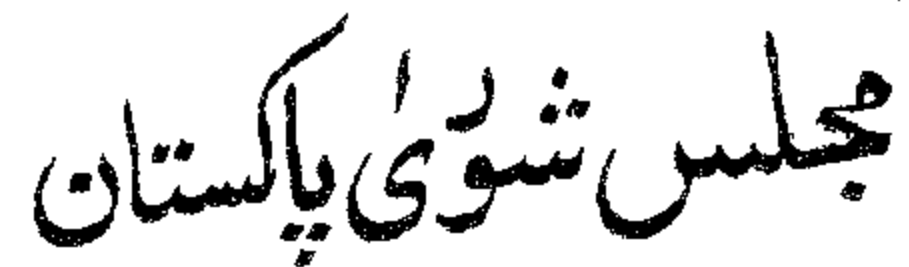
گیارہ جنوری کو مجلس شوریٰ کا افتتاحی اجلاس ہوا جو حلف وفاداری اٹھانے اور صدر محترم کے خطاب پر مشتمل تھا۔ بارہ اور تیرہ جنوری کو مجلس شوریٰ کا خارجہ پالیسی پر بحث کرنے پر گذرا۔ یہ اجلاس بند کمرے میں تھا۔ اسمبلی کا کھلا اور عمومی اجلاس در حقیقت ۱۴ جنوری کو شروع ہوا۔ جن میں ممبران کو غیر سرکاری کام پیش کرنے کا جو آغاز ہی میں موقع ملنا تھا تلاوت کلام پاک کے فوراً بعد چیئرمین مجلس خواجہ محمد صفدر نے تحاریک التوا کے سلسلہ میں کام کا آغاز کیا اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم کہ پہلی ہی تحریک مولانا سمیع الحق صاحب کی تھی اور وہ بھی نفاذ اسلام کے سلسلہ میں۔ اس طرح اس تاریخی اہمیت کے حامل مجلس شوریٰ کی کارروائی کا آغاز ہی نفاذ اسلام سے متعلق کام سے ہوا۔ مولانا سمیع الحق صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ موقع دیا ۔۔۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے چیئرمین صاحب کی اجازت تحریک پیش کی۔

<u>تحریک</u> ۔۔۔ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ وفاقی کونسل کا حالیہ اجلاس قومی و ملی اہمیت کے حامل نہایت اہم معاملہ پر غور کرنے کے لئے ملتوی کیا جائے۔

"موجودہ حکومت کا روز اول سے اہم ترین مقصد اس ملک میں اسلامی نظام کا مکمل نفاذ اور پورے اسلامی معاشرہ کو اسلامی خطوط پر ڈھالنا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں کئے گئے اقدامات کے خاطر خواہ نتائج ظاہر نہیں ہوئے اور اس مقصد کی طرف پیش رفت سست ہے۔ جس سے ملک کے عام مسلمانوں کو تشویش ہوتی ہے اور ملک دشمن عناصر غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

وفاقی کونسل کے اراکین اس معاملہ کو زیر بحث لاکر اس راہ میں حائل رکاوٹوں اور منفی عوامل کی نشاندہی کریں اور یہ کہ اسلامی نظام کی طرف جلد از جلد پہنچانے والی تجاویز بھی سامنے لائیں"۔

اس کے بعد کچھ دیر حسب ضوابط محرک مولانا سمیع الحق نے اور کئی اراکین نے تحریک کے حق میں اور چند اراکین نے اس کے خلاف ضابطہ ہونے کے سلسلہ میں بحث کا سلسلہ جاری رہا جس کی کچھ جھلک اسمبلی کی رپورٹنگ (سی۔ یو۔ ۳۰۔ ۴۰۔ ڈی می۔ ۱۰-۲۰۱) کے مطابق درج ذیل ہے۔

مولانا سمیع الحق: ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام شرائط پر پوری ہے۔ عوامی اہمیت کے تمام ضروری مسائل دفعتہً

کے شق الف میں ذکر ہیں۔ شق ب میں ہے کہ بلحاظ نفس مضمون ایک قطعی مسئلہ سے متعلق ہو گی۔ شق ج پر حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے کے معاملہ کا ذکر ہے۔ تو اس ضابطہ کار کے تحت یہ اہم ترین مسئلہ ہے جو عوامی اہمیت کا حامل ہے اور جو حکومت وقت کا سب سے بڑا ہدف ہے۔ کہ یہاں مکمل اسلامی نظام کا نفاذ کیا جاسکے۔ اور ساری دنیا کی نظریں اس مجلس شوریٰ پر لگی ہوئی ہیں۔ کہ یہ مجلس ان اقدامات کا جائزہ لے گی۔ جو اس حکومت کا مقصد ہے۔ اور یہ کہ وہ کونسی طاقتیں اور رکاوٹیں ہیں جو ان اقدامات کے سامنے حائل ہیں۔

جام میر غلام قادر خان آف لسبیلہ :- ہمارے محترم مولانا نے جو تحریک پیش کی ہے وہ ضابطہ اور روایت کے مطابق نہیں۔ کیونکہ اس وقت ایوان۔

مولانا سمیع الحق :- جناب چیئرمین یہ معاملہ اتنا قطعی اور واضح ہے کہ اس کو یہ سارا ایوان بہت اہم اور ضروری سمجھتا ہے۔ یہاں مقصد تنقید اور مخالفت نہیں ہے۔ صرف مفید تجاویز کا سامنے لانا ہے۔ جو متفقہ عوامل ہوں جیسا کہ ایک سال قبل جناب صدر پاکستان نے ایک کنونشن بلایا تھا اور ایسے ہی موضوعات سامنے رکھے تھے۔

جناب چیئرمین :- بار بار اس بات کو دہرانے کی ضرورت نہیں جام صاحب

جام غلام قادر آف لسبیلہ :- میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التواء ان بنیادی مقاصد کے مطابق نہیں جس مقصد کے لئے مجلس شوریٰ کا قیام ہوا ہے حکومت چاہتی ہے کہ اس ایوان کے مشوروں سے مستفید ہو۔ لہٰذا میں اپنے معزز رکن سے درخواست کرتا ہوں کہ قواعد و ضوابط کو دیکھتے ہوئے یہ فوری اہمیت کا مسئلہ نہیں ہے جب سے پاکستان وجود عمل میں آیا ہے ابھی تک اس ملک میں صحیح طور پر اسلامی نظام نافذ نہیں ہوا ہے۔ یہ موجودہ حکومت کا سب سے عظیم کارنامہ ہے کہ یہ مجلس ایسی سامنے آئی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مشورے دے سکے اور جلد از جلد اسلامی نظام نافذ ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التواء آؤٹ آف آرڈر ہے (مداخلت)

مفتی محمد ادیب :- مولانا نے جو تحریک پیش کی ہے نفس مضمون سے کسی کو اختلاف نہیں اسلام کے بارہ میں میرے معزز رکن نے فرمایا کہ پاکستان کا مقصد ہی بنیادی طور پر اسلام ہے۔ اس کی طرف کوشش جاری ہے۔ اب ایک زینہ پہل کی گئی ہے۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ مسائل ہیں ملک میں اسلام لانے کا عمل بتدریج ہوتا ہے یہ آسمان سے تو نہیں اترتا۔ ہماری ہیچ و پکار قیام پاکستان سے چلی آرہی ہے کہ اسلام جلدی آئے اس لئے یہ تحریک التواء آؤٹ آف آرڈر ہے۔

مولانا قاضی عبداللطیف صاحب :- جناب والا۔ جیسا کہ مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس تحریک التواء سے مولانا کا مقصد اس مسئلہ کی اہمیت دلانا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمام دنیا اور تمام پاکستانی سراپا پریشان ہیں۔ اسی لئے مجلس شوریٰ کی ابتداء ہوئی ہے۔ صدر مملکت نے اس کے متعلق فرمایا تھا۔ کہ اس کے اندر فوری اہمیت کے مسائل ترجیحی طور پر ہوں گے۔ پہلے پیش کئے جائیں گے۔ تمام اخباروں میں یہ باتیں آئی ہیں۔ اور سب جانتے ہیں کہ اسلام کے

نفاذ میں کیوں سستی ہو رہی ہے ۔ اس لئے میری رائے ہے کہ اس تحریک پر سب سے پہلے بحث ہونی چاہئے تاکہ لوگوں کو اس کے
متعلق اطمینان ہو ۔

جناب چیئرمین :- اور کوئی صاحب ۔

حاجی سیف اللہ صاحب رحیم یارخان ۔ جناب والا ۔ ایک چیز کنڈیشن دکھیں اس میں یہ سمجھ نہیں آتی ۔ کلاز [illegible]
دیکھیں ، یہ تو سب کو اتفاق رہا ہے کہ اسلامی نظام جلد نافذ کیا جائے لیکن اس کی امپلیمنٹیشن میں [illegible] چاہئے جلد کیسے ہو
پروسیجر کیا ہے ؟

رائے منصب علی خان ۔ تحریک قواعد کے مطابق نہیں ہے یہ معاملہ ایسا نہیں کہ فوری طور پر تمام اسلامی قوانین کو نافذ
کر دیا جائے ۔ اس میں بہت سی باتیں بہت اہم ہیں ۔ ایوان میں غور و خوض کے بعد یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے اس میں بعض ایسے ہیں جن کی [illegible]
لینا ضروری ہے ۔

ایک معزز رکن :- تشکیل شوریٰ کا فوری طور پر عمومی تاثر و ردعمل یہ ہے کہ مجلس شوریٰ اسلامی نظام کے سلسلہ میں پہلے
اجلاس میں کیا اقدام کرتی ہے ۔

سید حسن صاحب کراچی ۔ اس تحریک پر آپ خود رولنگ دیں ۔

حاجی سیف اللہ ۔ یہ تحریک کا نہیں قرارداد کا مفہوم ہے ۔ فاضل ممبر اسے لائیں تو سب ہاؤس اتفاق کرے گا ۔

جناب چیئرمین ۔ مجھے مولانا سمیع الحق صاحب کے جذبات و احساسات کا بڑا پاس ہے جس کی بنیاد پر تحریک التواء
پیش کی گئی ہے ۔ وہ اسلامی نفاذ کا اجرا فوری چاہتے ہیں ہمیں اس کی قدر ہے مگر تحریک کے ذریعے محرک کے حصول مقصد میں [illegible]
مدد نہیں ہو سکتا اس کے لئے بہت سے قوانین مرتب کرنے پڑیں گے ۔ اس کے لئے اگر مولانا چاہیں تو اس مسئلہ پر قرارداد پیش کر سکتے
ہیں جسے ر ۲۲۰ کے تحت زیر غور لایا جا سکتا ہے اس لئے یہ خلاف ضابطہ ہے ۔

اس کے بعد مولانا سمیع الحق نے دوبارہ کچھ کہنے کی سعی کی ۔ مگر جناب چیئرمین نے یہ کہہ کر روک دیا کہ اب تحریک التواء کا فیصلہ
ہو چکا ہے ۔ مزید بحث کی اجازت نہیں ۔

گو کہ معزز چیئرمین اور ایوان کے بعض ارکان نے تحریک کی مخالفت میں رائے دی اور یہ رائے کسی بدنیتی یا اسلام کے بارے میں
معاندانہ رویہ پر مبنی ہرگز نہ تھی اور قواعد و ضوابط کی بناء پر بے ضابطہ ہونے کا فیصلہ کیا گیا ۔ مگر دوسرے دن اخبارات اور ریڈیو
ٹی وی کے ذریعہ یہ خبر پورے ملک کے لئے تشویش کا ذریعہ بن گئی ۔ خود ایوان کے ارکان ، وزراء اور صدر محترم تک نے اسے [illegible]
کو حکمت کے خلاف سمجھا ۔ مگر قدرت کی طرف سے یہ ایک غیبی انتظام تھا کہ اس اہم اور اصل مسئلہ پر تحریک التواء کی صورت میں
بحث کی گنجائش نکل بھی آتی تو دو ایک گھنٹہ سے زیادہ نہ ہوتی ۔ جب جناب چیئرمین نے قرارداد پیش کرنے کی اجازت دے کر اس پر
ایک مکمل دن طویل بحث کا موقع فراہم کر دیا ۔ اور پہلے اجلاس شوریٰ کے ایام ۸ ارجنوری کا پورا دن اضافہ کر کے اس پر اظہار خیال کرنے

کا موقعہ ملا اور اجلاس کے آغاز اور اس کا اختتام بھی ۱۸ جنوری کی شب نو بجے مولانا کی قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ اور آغاز کی طرح انجام بھی مجلس شوریٰ کے لئے نیک فال اور باعث برکت بنا۔ اور ملک کی پارلیمانی تاریخ میں اسلام کے بارہ میں یہ پہلی قرارداد تھی جسے پورے ہاؤس نے سو فیصدی اتفاق رائے اور گرمجوشی سے پاس کیا جو انشاء اللہ قرارداد مقاصد اور ۲۲ متفقہ نکات کی طرح نفاذ اسلام کے سلسلہ میں سنگ میل ثابت ہوگا۔

اسی دن یعنی ۱۴ جنوری ۱½ بجے دن کو اجلاس کا وقفہ ہوا۔ دوسری نشست شام چار بجے شروع ہونی تھی۔ مولانا سمیع الحق نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت عجلت سے قرارداد مرتب کرکے ۳½ بجے جناب چیئرمین کو چیمبر میں جاکر پیش کردی۔ چنانچہ شام کی نشست میں چیئرمین نے ایوان کو اطلاع دی۔ کہ مولانا کی قرارداد میرے پاس پہنچ گئی ہے اور میں نے اسے منظور کر لیا ہے۔ طریق کار کے مطابق اس پر ایوان میں بحث ہو جائے گی۔ چنانچہ دوسرے دن تحریک التوا کے استرداد کے ساتھ متبادل قرارداد کی جبہ آجانے سے صورت حال متوازن ہوگئی اور مخالفین کے باعث جو غلط سیاسی حربہ آسکتا تھا اس کی تلافی بھی کچھ ہوگئی۔

قرارداد ۱۸ جنوری کو ساڑھے دس بجے چیئرمین کی اجازت پر مولانا سمیع الحق نے اپنی قرارداد پیش کی۔ اور اس کی تشریح پر مختصر تقریر کی۔ اس کے بعد جناب چیئرمین نے اس پر اسمبلی کو عام بحث کی اجازت دی۔ دن بھر کی تین نشستوں میں اس پر مقررین نے اظہار خیال کیا۔ کچھ حضرات نے لفظی اور کمی بیشی پر مبنی ترمیمات بھی پیش کیں۔ جو قرارداد کی اصل روح کے خلاف نہ تھی۔ مگر شام کے بعد جناب چیئرمین صاحب کے مشورے پر محرک قرارداد اور ترمیم کنندہ حضرات کو بھی مشورہ کا موقع دیا گیا۔ چنانچہ اصل قرارداد میں محض ایک دو لفظی ترمیمیں اور ایک دو پیروں کا آخر میں اضافہ کیا گیا۔ اکثر ترمیم کنندہ حضرات نے مولانا کے کہنے پر اپنی ترامیم پر اصرار نہ کیا۔ مولانا نے بعد از عشاء کی نشست میں لفظی ترامیم اور اضافہ پر مبنی قرارداد طریق کار کی رو سے دوبارہ پیش کی۔ جسے ۹ بجے کے لگ بھگ سارے ایوان نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ اس موقع پر ایوان تالیوں سے گونج اٹھا۔ اور موجود ارکان وزراء وغیرہ سب نے اجلاس کے بعد مولانا کو مبارک باد دینے پر طرف سے گھیرے میں لے لیا۔

الحمدللہ کہ اس طرح مولانا سمیع الحق صاحب کا وہ مقصد پورا ہوگیا کہ اس قرارداد کی شکل میں ابتدا ہی میں پورے ایوان کے دینی جذبات، احساسات اور خیالات کا سمت معلوم کیا جاسکے۔ اور پھر انہیں ان کی منظوری کی شکل میں ایک طرح اس معاہدہ اور عہد و میثاق کا پابند بنایا جاسکے۔ اور وہ آگے ہر موڑ اور مرحلہ پر اسلامی نظام کی طرف پیش رفت اور نفاذ ہی کو ملحوظ رکھیں ۔ اور اس قرارداد سے انحراف نہ کرسکیں۔ نیز اس قرارداد سے ان طاقتوں اور عوامل کی حوصلہ شکنی بھی ہو جائے جو اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ اور اس کے اجراء کے عمل کو تیز کرنے کے روادار نہیں ہوتے۔ اور اس معاملہ میں انہیں اندازہ ہوسکے گا کہ پورا ایوان اسلامی نظام کے سلسلہ میں صدر پاکستان کی پشت

پر موجود ہے۔ قرارداد پر دسیوں ارکان نے بحث میں حصہ لیا جس کی رپوٹنگ ملک بھر کے اخبارات میں آچکی ہے (ملاحظہ ہوں ۱۹ر جنوری ۱۹۸۲ء کے اخبارات)

تحریک جو مولانا سمیع الحق کی جانب سے پیش کی گئی

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ قواعد ضابطہ کار و انصرام کارروائی قومی اسمبلی ۱۹۷۳ء کے قاعدہ ۶۲ کے تحت مذکورہ قواعد کے قاعدہ ۱۲۵ کی مقتضیات کو نظام عدل، نظام تعلیم، معیشت وغیرہ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے سے متعلق قرارداد کے بارے میں معطل کیا جائے۔"

جناب چیئرمین کے ضابطہ کی کارروائی کے بعد حسب ذیل قرارداد مولانا نے پیش کی۔

محرک قرارداد:- مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک۔ رکن وفاقی کونسل

قرارداد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

مجلس شوریٰ کا حالیہ اہم اور پہلا اجلاس اس حقیقت کی توثیق کرتا ہے کہ پاکستان کے قیام کا بنیادی مقصد اور اس کے وجود میں آنے کی وجہ جواز یہ تھی کہ ایسی اسلامی مملکت کا قیام عمل میں آئے جہاں مسلمان اسلام کے احکام کے مطابق اپنے ہر شعبہ زندگی کو استوار کریں جس کے بغیر یہ ملک اور معاشرہ حقیقی فلاح و بہبود امن و استحکام سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ ایوان اس بات پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ پچھلے تیس برس پاکستان کے اس بنیادی مقصد کی طرف نہ یہ کہ کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی جس کا اثر عملی زندگی میں ظاہر ہو۔ بلکہ زندگی کے بہت سے شعبوں میں ملک اس بنیادی مقصد سے دور ہٹتا چلا گیا۔ ایوان موجودہ حکومت کے اس اقرار و اعتراف اور بار بار یقین دہانی کو بہ نظر استحسان دیکھتا ہے کہ اس کی ترجیحات کی فہرست میں نظام اسلام کا قیام سب سے اولین اہمیت کا حامل ہے۔ موجودہ حکومت نے جس وضاحت اور تکرار کے ساتھ اس سمت میں اپنے عزم محکم کا اعلان کیا ہے اور اس کی طرف کچھ عملی اقدام بھی کئے ہیں ایوان ان کو قابل قدر سمجھتا ہے لیکن ساتھ ہی ایوان اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس اہم مقصد کی طرف عملی پیش قدمی کی رفتار مزید تیز کر دی جائے۔ اور جو عملی اقدامات کئے گئے ان کے مؤثر اور کامیاب ہونے کے لئے جو فضا پیدا کرنی ضروری ہے اس کی طرف کما حقہ توجہ دی جائے۔ ایوان یہ محسوس کرتا ہے کہ اس صورت حال کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کے سلسلہ میں جو اقدامات کئے گئے ہیں وہ منتشر نوعیت کے بجائے مربوط اور منظم ہوں۔ لہٰذا ایوان حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ قانون، عدالتی نظام، تعلیم، معیشت، ذرائع ابلاغ، اصلاح معاشرہ، انتظامیہ کے سلسلہ میں اسلامی اصلاحات کو

اس طرح تیز، منظم اور مؤثر بنائے کہ تمام شعبوں میں اصلاحات ایک دوسرے کے مددگار ہو سکیں۔ مجلس شوریٰ اپنے ایمان و یقین پر مبنی اس جذبے کا اظہار کرتی ہے کہ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے اپنی بہترین صلاحیت بروئے کار لائے گی۔ اور زیر بحث لانے والے تمام داخلی اور خارجی امور و مسائل میں انہی جذبات اور اصولوں کو ملحوظ رکھے گی جن کا اظہار صدرِ مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب اسلامی نظام و قوانین کے سلسلہ میں پہلے دن سے کرتے چلے آئے ہیں۔ مجلس شوریٰ اس سلسلہ میں اپنے بہترین مشوروں، تجاویز اور مکمل تعاون سے دریغ نہیں کرے گی اور اس کام کو ارکان مجلس سب سے اہم اولین اور مقدس فریضہ سمجھیں گے۔

"مجلس شوریٰ ارباب اقتدار کے ساتھ ساتھ علماء، مفکرین، دانشوروں اور عوام کے مختلف طبقات سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس ضمن میں اپنا مؤثر اور بھرپور کردار ادا کریں۔ اور قوانین کو اسلامی نظام کے مطابق ڈھالنے اور معاشرہ میں اسلامی رجحانات کو بیدار کرنے کے لئے مکمل تعاون کریں"۔

یہ ایوان اس قرارداد کو فعال اور عملی بنانے کے سلسلے میں صدر مجلس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ فوری طور پر اس ایوان کے ممبران میں سے علمائے دین اور ماہرین قانون پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دیں جو اسلامی نظریاتی کونسل اور پاکستان لاء کمیشن کی سفارشات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنی تجاویز اس ایوان کے سامنے جلد از جلد پیش کرے۔ تاکہ یہ ایوان صدرِ پاکستان کو اپنی ٹھوس تجاویز اور مشورے اس قرارداد کے سلسلے میں پیش کرے۔

جناب چیئرمین۔ تحریک کے الفاظ انگریزی میں دہرائے پھر اجازت طلب کی۔

معزز اراکین۔ اجازت ہے

جناب چیئرمین۔ پڑھئے قبلہ

مولانا سمیع الحق۔ قرارداد پڑھ کر سنائی گئی۔

ایک معزز ممبر۔ میں اس کی تائید کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین۔ تائید کی ضرورت نہیں۔ پہلے مولانا کو تقریر کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ یہ ریزولیوشن آپ کے سامنے ہے۔

مولانا سمیع الحق کا ریزولیوشن آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

"اسے" کو دہرایا گیا۔

جناب محمود علی وزیر مملکت۔ جناب چیئرمین میں اہم قرارداد کا خیر مقدم کرتا ہوں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے ریزولیوشن جس طریقے سے پیش کیا گیا ہے یہ سب امر ضابطہ کے خلاف ہے۔ اس میں کافی دلائل ہیں۔ مجھے اسلامی نظام پر غور کرنے سے اختلاف نہیں۔ مجھے صرف یہ اختلاف ہے کہ قرارداد میں ہر منسٹری کا ذکر ہے۔ ہر ایک کے لئے علیحدہ

علیحدہ ریزولیوشن آنا چاہئے میرا یہ مقصد نہیں کہ یہ مسئلہ بحث طلب نہیں ہیں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اگر اسی ریزولیوشن کا صحیح طریقے پر مسودہ تیار کیا جائے تو اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔

ایک معزز ممبر: جناب والا۔ آپ نے اس پر رولنگ دے دی ہے اس پر بحث کا آغاز کیا جائے۔

جناب چیئرمین: آپ نے درست فرمایا ہے اور یہاں یہ بھی وضاحت کروں کہ یہ تجویز مولانا سمیع الحق کی جانب سے آئی ہے۔ اس کو پڑھنے کے لئے میں نے مولانا سمیع الحق صاحب کی خدمت میں درخواست کی ہے۔ باقی تحریکیں اگر ہیں تو وہ اپنی تجاویز پیش کریں گے۔ اگر کسی کی ترامیم کا نوٹس نہ بھی ہوگا تب بھی ان کو ترامیم اس ایوان کے سامنے پیش کرنے کی اجازت دوں گا۔ اور یہ بھی کہ میں انہیں زیادہ موقع دوں گا مقابلتاً دوسرے دوستوں کے تاکہ محرک اور ترامیم کنندگان اپنے خیالات کا بہتر طریقہ سے اظہار کر سکیں۔

★ اس کے بعد حافظ محمد تقی صاحب کراچی۔ جناب ظہور الحسن بھوپالی۔ جناب قاضی نوروز صاحب۔ جناب سید دیوان غلام عباس بخاری۔ حاجی سیف اللہ صاحب۔ رحیم یار خان۔ جناب اقبال احمد خان صاحب۔ جناب شرف فریدی صاحب وغیرہ حضرات نے اپنی ترامیم پیش کیں۔

جناب چیئرمین: تو یہ تجویز اور دوسری جملہ ترامیم اس ایوان کے سامنے ہیں۔ اب میں مولانا سمیع الحق صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ تقریر فرمائیں۔

قرارداد پر مولانا سمیع الحق کی تقریر

قرارداد پر مولانا سمیع الحق محرک قرارداد کی تقریر۔

مولانا سمیع الحق: جناب چیئرمین میں چاہتا تو یہ تھا کہ یہ قرارداد جو میں نے پیش کی ہے اتنی سادہ، متوازن، واضح اور غیر مبہم ہے کہ آپ مجھے ایک منٹ کی تقریر کا بھی موقعہ نہ دیتے تو میں ضرورت محسوس نہ کرتا۔ اور میری خواہش تھی کہ اس سلسلے پہ یہ ترامیم در ترامیم کا سلسلہ، یہ قانونی موشگافیاں اور یہ چیزیں سامنے آنے کی بجائے اصل قرارداد کی سپرٹ اور اس کی روح کو دیکھا جائے۔ اس وقت پوری قوم کی نگاہیں اس ایوان پر لگی ہوئی ہیں خاص درد مند مسلمان ہماری اسمبلی کے قواعد و ضوابط کو نہیں دیکھتے۔ نہ قانونی موشگافیوں کو سمجھتے ہیں۔ وہ اس معاملے میں پوری مجلس شوریٰ کے ایمان، یقین، جوش، جذبہ [illegible] اور جذبات کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور میں انہی جذبات کو قوم کے سامنے لانا چاہتا تھا کہ مجلس شوریٰ کا ہر رکن [illegible] قراردادوں کے معاملے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے پر پیش پیش ہے۔ اس دن (تحریک التوا پیش کرتے ہوتے) بھی میری خواہش تھی کہ تحریک التوا قانونی موشگافیوں کا شکار نہ ہو۔ اور مختصر الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کر دیتا۔ اور اس کے اچھے اثرات پڑتے۔ کاش اسے مسترد نہ کیا جاتا۔ کیونکہ پورے ملک میں اس کے برے اثرات پڑ سکتے [illegible] کچھ غلط فہمیوں کی وجہ سے اور کچھ معاندین کی شرارتوں کی وجہ سے، اس مسئلے کو اچھال رہے ہیں۔ آج اگر اس قرارداد [illegible]

بھی پوسٹ مارٹم اور اپریشن در اپریشن کا سلسلہ چل پڑا اور اس کو کمیٹیوں کے سپرد کیا گیا تو اس سے پوری دنیا اس مجلس شوریٰ کی سمت کا اندازہ لگائے گی۔ اب تک اتنی ترامیم آچکی ہیں کہ میں نے اپنی قرارداد کو دیکھا ہے تو اس میں صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم باقی رہ جاتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ بسم اللہ اور الحمد کے متعلق کوئی ترمیم نہیں آئی۔ اس قرارداد میں کوئی سیاسی مقاصد، مخالفت برائے مخالفت اور ایسے مسائل نہیں تھے۔ اس میں صرف ایوان کی طرف سے اس اہمیت کا اظہار کرانا مقصود تھا اور اس وقت تک جو اصلاحات کی گئی ہیں ان کا بھی ذکر ہے اور جو پیش رفت اس سلسلہ میں ہوئی ہے اسے بھی خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ صدر پاکستان جو جذبات رکھتے ہیں، جو اسلامی اقدامات کرنا چاہتے ہیں مجلس شوریٰ کے اراکین ان کے ساتھ پورا پورا تعاون کریں گے۔

جناب چیئرمین۔ میں آپ کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ کم از کم میرا تاثر تھا کہ آپ ایسے اقدامات اپنی تقریر کے دوران تجویز فرمائیں گے۔ کہ جن پر عمل کرنے سے نفاذ اسلام کا عمل تیز تر ہو۔ میں آپ ہی سے نہیں بلکہ تمام معزز اراکین سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ مثبت تجاویز دیں گے۔ آپ اپنی تقریر کے وقت کو اس طرح ضائع نہ کریں۔ ترمیم پیش کرنا ہر رکن کا حق ہے کسی معزز رکن نے کہا ہے کہ یہ الفاظ اس طرح ہونے چاہئیں اور کسی نے کہا ہے اس طرح ہونے چاہئیں۔ لیکن اس کا مقصد یہ نہیں ہے جو آپ نے سمجھا ہے۔ میں نے آپ کو پندرہ منٹ دئے ہیں۔ آپ مثبت تجاویز پیش کریں۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب والا! میں نے یہ عرض کرنا ہے کہ اس حکومت نے عملاً اسلام کی طرف پیش رفت کا سلسلہ ضرور کیا۔ اسلام کا نام جس شد و مد سے لیا گیا اور اس کی وجہ سے ۱۹۷۷ء میں عوام نے جس جوش و خروش اور جس گرمجوشی سے اس حکومت کا خیر مقدم کیا۔ اس کی تاریخ میں مثال نہیں مل سکتی۔ جب کہ فوجی حکومتوں کو اور عسکری حکومتوں کو عموماً پسند نہیں کیا جاتا۔ اس استقبال اور خیر مقدم کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ قوم سمجھ گئی تھی کہ قیام پاکستان کے اصل مقصد کی طرف اب توجہ دی گئی ہے۔ پھر یہ شوق اور ذوق انتظار میں تبدیل ہوا۔ اور پھر انتظار رفتہ رفتہ بے چینی اور مایوسی کی شکل اختیار کر گیا۔ ایک طرف یہ اسلامی نظام کا نعرہ اگر بہت قابل تحسین اور اسلام کا عین تقاضا تھا تو دوسری طرف اس طرح ہم نے اسلام کو ایک نازک ترین اور بہت نازک پوزیشن پر کھڑا کر دیا ہے۔ اسلام کے بارے میں صدیوں سے ایک تصور ہے کہ انشاء اللہ وہ جلد آئے گا اور جب بھی آئے گا تو سارے آلام و مصائب ختم ہو جائیں گے۔ عدل و انصاف کی فراوانی ہو گی۔ اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گا۔ اب جب عوام دیکھیں گے کہ چار سال سے جب کہ ہم تو کہیں گے کہ اسلامی نظام نافذ ہو چکا ہے۔ اور وہ عملاً دیکھیں گے کہ بھوکے اب بھی موجود ہیں۔ بیمار اب بھی علاج کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ ظالم کے اب بھی ہاتھ نہیں کاٹے جاتے اور وہ برکات و ثمرات عوام کے سامنے نہیں آئیں جو وہ دیکھنا چاہتے تھے۔

تو اس کے نتیجہ میں جو ایک رومانٹک تصور ہے اور ایک حسین خواب اسلام کے بارہ میں ہے جب وہ شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا تو اسلام ہی سے لوگ برگشتہ ہو جائیں گے اسلام سے وابستگی ختم ہو گی آئندہ کوئی اسلام کا نام نہ لے سکے گا اور نئی نسل اس سرخ سیلاب اور طوفان کی لپیٹ میں آ جائے گی جو ہماری سرحدات پر پہنچ چکی ہے۔

جناب والا ______ جب ہم اسلامی انقلاب کا نام لیتے ہیں تو
اس کے لئے انقلابی اقدامات کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دنیا میں کوئی انقلاب انقلابی اقدامات کے بغیر نہیں آیا۔
پرانی عمارتوں کو گرا کر نئی عمارتیں بنانی پڑتی ہیں۔ اس کے لئے توڑ پھوڑ بھی ہوتی ہے۔ ہم تدریج کا لفظ سنتے سنتے
تھک گئے ہیں۔ ۴۳ سال سے ہم تدریج تدریج کا لفظ سن رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اسلام تدریجاً آیا ہے۔ لیکن تدریج
کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اب اللہ تو کہتا ہے فاستبقوا الخیرات نیکیوں کی طرف سبقت کرو اور ارشاد ہے
یسارعون فی الخیرات نیک کاموں میں اور بھلائی کے کاموں میں سرعت اور سبقت کرو۔ تو تدریج اور تیسیر یہ سب
چیزیں حکمت عملی کا تقاضا ضرور ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو اقدامات کئے گئے ہیں، وہ جو ادھورے ہیں ان کو مؤثر
قرار دینے کی تدابیر سامنے لائی جائیں۔ مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں کہ فضا سازگار نہیں بنائی جاتی۔ اسلامی انقلاب کے لئے فضا
کی تیاری بہت ضروری ہے۔ جو چیزیں اس کی راہ میں رکاوٹ ہیں ان کو ختم کرایا جائے۔ اسلامی انقلاب کے لئے قوانین
پولیس اور فوج کے ساتھ ساتھ اندرونی انقلاب کی بھی ضرورت ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ایسے معاشرے میں یہ انقلاب الٰہی
قوانین کے ذریعے برپا کیا۔ وہ لوگ تہذیب و تمدن سے بھی دور تھے۔ جرائم میں مبتلا تھے۔ لیکن فضا ایسی سازگار کرائی
گئی اور قلوب میں خوفِ خدا، تقویٰ، دیانت اور ان چیزوں کو اتنا رچایا بسایا گیا کہ جب اندر سے خدا کے خوف، و
تقویٰ کی فضا پیدا ہوئی تو ایک اعلان کے ساتھ ہی شرابیوں نے شراب ہاتھ سے پھینک دیا۔ ایک اعلان سے
مدینہ منورہ کی گلیاں نالیاں شراب سے بھر گئیں۔ برتن توڑ دیئے گئے۔ پھر زنا کی ممانعت کا حکم آیا اور آپ تاریخ میں
پڑھتے ہیں کہ ایک مرد آتا ہے اور خود اعتراف کرتا ہے اور ایک عورت آتی ہے اور خود اعتراف کرتی ہے کہ مجھ سے بشری
کمزوری کی وجہ سے یہ جرم سرزد ہوا۔ وہاں پولیس اور فوج ان کو مجبور نہیں کر رہی تھی۔ حجاب اور پردہ کی آیت نازل ہوتی
ہے تو آیت سنتے ہی جو خاتون راستے میں جا رہی تھی جہاں تھی وہاں بیٹھ گئی اور دیوار کے ساتھ چمٹ کر بیٹھ گئی کہ
اب اس آیت کے بعد مجھے دو قدم آگے چلنے کا بھی بغیر حجاب کے حق نہیں ہے۔ اب اور وں سے اس انقلاب کا موازنہ کیا
جائے تو ہمارے سامنے انقلاب امریکہ کا ہے جس نے غالباً ۱۹۳۶ء میں تحریم خمر کا قانون نافذ کر دیا۔ مگر نتیجہ کیا نکلا؟
پورے امریکہ میں شراب کی اتنی بہتات ہوگئی کہ سینکڑوں کی بجائے ہزاروں بھٹیاں اور کارخانے خفیہ قائم ہوگئے
یہاں تک کہ سائیکل پر جاتے ہوتے لوگ ٹائر اور ٹیوب میں شراب بھر کر لے جاتے تھے اور کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی۔
آخر امریکہ مجبور ہوگیا کہ اس قانون سے تو پورے ملک میں قانون شکنی کی فضا پیدا ہوگئی۔ اور یہ قانون واپس لے لیا گیا۔
تو جب تک اندر سے اصلاح نہ ہوگی۔ اثرات ظاہر نہ ہوں گے۔ مشہور مورخ اور سکالر ٹوائن بی نے اعتراف کیا
کہ تحریم خمر اسلام کا شاندار کارنامہ ہے۔
الغرض جب تک ہم اندرونی انقلاب کے لئے فضا نہیں بنائیں گے ذرائع ابلاغ کو مؤثر نہیں بنائیں گے۔

تعلیم کو موثر نہیں بنائیں گے اور تمام وہ ذرائع جو تعلیم اور تبلیغ کے ہیں ان کو ان خطوط پر نہیں چلائیں گے تو اس کے بغیر کچھ سرسری اقدامات سے معاشرے میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی آپ محسوس نہیں کر سکیں گے۔ ۳۴ سال سے ہم پر جو نظام تعلیم مسلط ہے اور وہی ہماری بنیادی خرابیوں کا سرچشمہ ہے۔

جناب چیئرمین۔ آپ کے دو منٹ رہ گئے ہیں۔

مولانا سمیع الحق۔ پاکستان قائم ہوتے ہی ہم نے سارے نظام تعلیم کو اسلامی خطوط پر استوار کرنا تھا۔ اور ایک دو پیریڈ اسلامیات رکھنے سے بات نہیں چلتی۔ بلکہ اقتصادیات، سیاسیات، معاشیات، ریاضی اور سائنس وغیرہ جو بھی علوم تھے ان کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے

جناب چیئرمین۔ مولانا تقریر چھوڑ کر اگر کچھ تجاویز اور اصلاحی اقدامات آپ کے پاس ہیں تو پیش کر دیجئے۔

مولانا سمیع الحق۔ میں اپنی تقریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور اب جو مخصوص نکات میرے ذہن میں ہیں، میں ایوان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

معزز ممبر۔

معزز ممبران۔ آواز نہیں آرہی۔

میاں محمد مسعود علی (وزیر مملکت) جناب چیئرمین، میں رول نمبر ۲۳۳ کے مطابق میں موور آف دی ریزولیوشن کی توجہ مبذول کراؤں گا کہ وہ ۳۰ منٹ بول سکتے ہیں۔

معزز ممبران۔ آواز نہیں آرہی۔

جناب چیئرمین مجھے اس بات کا احساس ہے کہ لوگوں کو زیادہ وقت نہیں دیا جا سکتا لیکن میں یہ بات واضح کر دوں کہ پہلے تو میں نے پرسوں وہ اختیارات بھی استعمال کر دئے جو میرے پاس نہیں تھے۔ اور ایک دن بڑھا دیا تھا۔ لیکن آج میرے پاس وہ اختیارات نہیں ہیں کیونکہ .... Prorogation Order Sing ہو کر آ گئے ہیں۔ اور آج شام اس اجلاس کو غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کرنا ہو گا۔ اس بات کا خیال رکھتے ہوئے آپ کو وقت لینا چاہیئے۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب چیئرمین میں اپنی تقریر کو مختصر کر کے اپنے جو چودہ نکات ہیں ان کو پیش کرتا ہوں کیونکہ ان کی تشریح کا وقت نہیں ہے۔

جناب چیئرمین۔ مولانا اگر وہ چودہ نکات جو ہیں اگر ان کو پہلے ہی شروع کر دیتے تو بہتر ہوتا۔

مولانا سمیع الحق۔ میرے یہ چودہ نکات ایک بنیادی لائحہ عمل ہے۔ پیش کر رہا ہوں۔

چودہ نکاتی لائحہ عمل | مولانا سمیع الحق نے قرارداد کی تشریح پر تقریر کرتے ہوئے چودہ نکاتی لائحہ عمل پیش کیا۔

۱۔ ملک کا نظام تعلیم انقلابی انداز میں تبدیل کیا جائے۔

۲۔ خواتین کے لئے علیحدہ یونیورسٹیاں۔ مخلوط تعلیم کا خاتمہ مخلص دینی درد رکھنے والے افراد پر مشتمل

۳۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ پرجوش انقلابی فضا تیار کی جائے اور نگران کمیٹی فالو اپ کمیٹی قائم ہو۔

۴۔ عدالتوں کا پیچیدہ طریق کار ختم کر کے انصاف کا حصول آسان بنایا جائے۔

۵۔ سرکاری حکام اور عوام سادہ طرز معیشت و معاشرت اختیار کریں۔ سرکاری خزانہ سے نمود و نمائش اور تعیش کے اخراجات ختم کرائے جائیں۔

۶۔ رشوت ستانی کا کلی انسداد اور ایسے قوانین کا نفاذ کہ اس کی سزا عبرت بن سکے۔

۷۔ نماز کو لازمی اور نظام الاوقات کا لازمی حصہ بنایا جائے۔ اور ترک صلوٰۃ قابل تعزیر جرم ہو۔

۸۔ سرکاری ملازمین کی کارکردگی اور ترقی کی رپورٹوں میں سیرت و کردار اور اسلام سے وابستگی کو خاص طور سے ملحوظ رکھا جائے۔ "ایسے افراد کا تعین ہو جو اخلاقاً بلند معیار رکھتے ہوں۔

۹۔ حدود آرڈیننس کے تحت تمام مقدمات کی سماعت کے لئے شرعی عدالتیں ہوں جن میں علمائے دین بھی شامل ہوں۔

۱۰۔ فوجی عدالتیں بھی حدود آرڈیننس کے تحت آنے والے مقدمات کی سزا اسی آرڈیننس کے تحت دیں تاکہ ان قوانین کی حد تک سول اور فوجی عدالتوں کی تفریق ختم کی جاسکے۔ گو وہ پروسیجر اور طریق کار اپنا ہی اختیار کریں۔ اس طرح تفریق کی وجہ سے ہونے ہونے والی رشوت ستانی بھی ختم ہو جائے گی۔

۱۱۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی جملہ سفارشات کو رستے عام کے لئے شائع کیا جائے۔ اور ان پر موثر عمل درآمد کیا جائے

۱۲۔ ملک سے سودی نظام معیشت کا مکمل خاتمہ۔ اور اسلامی تعلیمات پر مبنی غیر سودی نظام بنکاری نافذ ہو۔

۱۳۔ موجودہ غیر اسلامی قوانین کو بدل کر اسلامی قوانین نافذ کرنے کی رفتار کو تیز کیا جائے۔

۱۴۔ نفاذ شریعت کے لئے دینی درد سے سرشار مخلص افراد پر مشتمل ایک نگران کمیٹی جو اقدامات اور ان کے نفاذ کی رفتار کا جائزہ لے سکے اور عملی تنفیذ کا جائزہ لیتی رہے اور راہ کی رکاوٹوں کو دور کرے۔

مرتب۔ حافظ محمد ابراہیم فانی
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جہادِ افغانستان اور حقانی فضلاء

(محاذ جنگ سے آئی ہوئی مستند رپورٹیں)

مولوی نیک بہادر خان صاحب حقانی نے مرکز مجاہدین ناری سے رپورٹ بھیجی ہے کہ مرکز ناری خوست کے امیر راشن نے مورخہ ۳۰ر نومبر ۱۹۸۰ء کو مجاہدین کی یہ کارروائی بیان کی کہ مولانا محمد دیندار صاحب کے حکم پر مجاہدین کی ایک مسلح جماعت سرحدی قلعہ باڑی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کر دی۔ قلعہ کے قریب پہاڑی سلسلہ ہے جس میں ندیوں اور بارانی پانی کے ریلے بہتے رہتے ہیں۔ ان میں حکومت کے متعدد ہیلی کاپٹر کھڑے تھے۔ جب مجاہدین ان کے قریب پہنچے تو نہایت حکمت عملی سے ایک ایک ہیلی کاپٹر کو بم سے اڑا دیا جس سے زوردار دھماکا ہوا۔ بلکہ پورا دن اسی طرح دھماکوں میں گذرا۔

دوسرے دن مجاہدین نے رسد لے جانے والے عسکری دستوں پر حملے کئے جس کے باعث سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ اور ساتھ ہی ساتھ سرنگی مورچوں کے تمام فوجی جہنم رسید ہوئے اور بفضل خدا تمام مجاہدین صحیح سلامت اپنے مرکز کو واپس لوٹے۔

دوسری رپورٹ میں انہوں نے لکھا ہے کہ منعلم نور زالی خان نے بتایا کہ مجاہدین کے مرکز ناری کو تباہ کرنے کے لئے ہیلی کاپٹروں کا ایک جھنڈ فضا میں نمودار ہوا۔ وہ فضا میں کافی بلندی پر پرواز کر رہے تھے جب وہ مرکز کے قریب پہنچے تو مرکز کا نقشہ لیا۔

مرکز ناری خوست جنوبی افغانستان صوبہ پکتیا کے دو حصوں پر مشتمل ہے۔ مشرقی حصہ مولانا محمد دیندار صاحب جو کہ زیر کمان کثیر تعداد میں مجاہدین ہیں کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ اور مغربی حصہ مولانا عجب نور صاحب حقانی کے زیر کمان ہے۔ اس حصہ میں بھی مجاہدین بکثرت ہیں۔ مغربی حصہ میں اس روز صرف پانچ افراد تھے۔ ۱۔ منعلم نور زالی خان امیر راشن۔ ۲۔ صابر جان مہتمم اسلحہ جات۔ ۳۔ صوفی صاحب نگین منتظم دوربین۔ ۴۔ مالکی خان۔ ۵۔ شاہ وردین۔ اور مشرقی حصہ میں بھی مولوی دیندار صاحب کے ساتھ اتنے ہی افراد تھے۔ دشمن کو موقعہ ہاتھ آیا اور ہیلی کاپٹروں نے نیچے ہو کر مشین گنوں کے ذریعہ فائرنگ شروع کر دی۔ مشرقی حصہ میں مولوی دیندار صاحب کے پاس کارتوس ختم ہوئے۔ اس طرف سے تو دشمن بے خطر ہوا۔ مغربی حصہ میں مولوی عجب نور صاحب حقانی کی طرف دشمن متوجہ ہوا۔

منتظم اسلحہ صابر جان نے ان پر ایسی شدید فائرنگ کی کہ ہم دو افراد گولیاں پہنچا پہنچا کر نڈھال ہو گئے۔ صوفی صاحب دوربین کے ذریعہ دشمن کی نقل وحرکت بھانپ رہے تھے۔ دشمن نے مرعوب ہو کر بے تحاشا گولیاں برسائیں۔ لہذا صابر جان نے امیر راشن کو آواز دی کہ راکٹ جلد پہنچاؤ ایک ہیلی کاپٹر بیٹھنے والا ہے۔ راکٹ پہنچنے سے پیشتر ہی ہیلی کاپٹر فضا میں دو ذنک اڑے اور عرگون کے شمالی جانب خوست کے ہوائی اڈہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستہ تورہ غارہ نامی گاؤں پر بمباری کی۔

خوست کے ہوائی اڈے کے قریب ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوا۔

اسی طرح صرف چند افراد نے کمیونسٹوں کا یہ حملہ پسپا کر دیا۔ اور مجاہدین کا مرکز دشمن کی یلغار سے محفوظ رہا۔

شوق جہاد اور درس عبرت | افغانستان ایک قدیم مذہبی ملک ہے جس کے مرد و زن مذہب اسلام سے والہانہ محبت رکھتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ جتنے غیر اسلامی انقلاب افغانستان پر آئے، غیور افغانیوں، محمود غزنوی اور احمد شاہ ابدالی کے ہم وطنوں نے انہیں ناکام بنا دیا۔ اور اب افغانستان کی طرف سرخ انقلاب کی پیش قدمی کمیونسٹ عالمی توسیع پسندی کے زوال کا پیش خیمہ ہے۔ کیونکہ روسیوں نے بخارا، تاشقند سمیت مشرقی یورپ کے متعدد ممالک پر چند گھنٹوں میں قبضہ کر لیا لیکن افغانستان کے غیور و باحمیت قوم نے ان کا ناک میں ایسا دم کیا ہے کہ وہ پسپائی پر مجبور ہو رہا ہے۔

مجاہدین نے صوبہ غزنی میں شنگر کے علاقے میں مدارس کا جال پھیلایا ہے جس میں چھوٹے بچوں کو جہاد اور تعلیمات جہاد سے روشناس کرایا جا رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک دن امیر مجاہدین ولایت قاری تاج محمد نے ان علاقوں کا دورہ کیا جب شنگر کے ایک گاؤں میں پہنچے تو طلباء اور نابالغ لڑکیوں کا امتحان لیا۔ اسی اثناء میں ایک معصوم پانچ سالہ لڑکی امیر صاحب نے دیکھی جس نے اپنے کندھے پر لاٹھی لٹکائی تھی جس پر سرخ پٹی تھی۔ امیر صاحب نے بلا کر اس سے پوچھا کہ تم نے کندھے پر کیا اٹھا رکھا ہے۔ اس نے جواب دیا یہ میری بندوق ہے۔ انہوں نے لاٹھی سے مسلح لڑکی سے پوچھا کہ آپ کا مرکز میں کیا عہدہ ہے۔ جواب دیا کہ میں امیر گروپ ہوں۔ امیر صاحب نے پھر پوچھا تمہارا گروپ کہاں ہے اس نے کہا کہ میرا گروپ فعالیت کرتا ہے۔ گاؤں گاؤں اور محلہ محلہ پھرتا ہے اور جہاں کہیں خلقی پرچمی یا روسی نظر آ جائے تو اسے پکڑ کر یہاں لے آتے ہیں اور میں اسے سزا دیتی ہوں۔

امیر صاحب نے خوش ہو کر اسے انعام سے نوازا۔

جب کسی قوم کے بچوں میں ایسا سرفروشانہ جذبہ موجود ہو تو ان شاء اللہ فتح و نصرت، کامیابی و کامرانی ان کا استقبال کرے گی۔

کمیونسٹوں کی حواس باختگی | مولوی گل خان صاحب حقانی نے ہمیں یہ مراسلہ بھیجا ہے کہ ہم چند آدمی صوبہ پکتیا کے ایک گاؤں خند خیل بطور مہمان گئے۔ اسی اثناء میں روسی تیز رفتار طیارے ہوا میں پرواز کرنے آئے۔ اور شدید بمباری کی

گئی۔ صرف ایک گھر میں آٹھ عورتیں اور ایک لڑکا شہید ہوا۔ اس بزدلانہ حرکت کا میں چشم دید گواہ ہوں۔ ان کی یہ بمباری تین گھنٹے تک جاری رہی۔ اسی طرح صوبہ پکتیا کے تحصیل موسیٰ خیل میں مجاہدین کا مرکز ہے۔ پچھلے مہینے روسی اومیگ (۲۱) چھ طیارے اس مرکز پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے غلط نقشہ لیا۔ انہوں نے بھاری بموں اور مشین گنوں سے حملہ کیا مسلمانوں کے کئی گھروں کو نشانہ بنایا۔ یہ بمباری بیس منٹ تک جاری رہی۔ جوابی حملہ میں مجاہدین نے ایک طیارہ مار گرایا۔ باقی فرار ہو گئے۔

محاصرہ توڑ دیا گیا گردیز کے مجاہدین کا "خوفی خوڑ" میں افغان ملیشیا کے ساتھ آمنا سامنا ہوا۔ افغان ملیشیا نے مجاہدین کا محاصرہ کر لیا۔ مولوی گل خان صاحب حقانی کے مطابق صبح ۸ بجے سے ظہر تک مقابلہ جاری رہا۔ شدید مزاحمت کے بعد مجاہدین نے محاصرہ توڑ دیا۔ نتیجہ میں ملیشیا کا ایک کمانڈر ہلاک اور ایک مجاہد نور اللہ شدید زخمی ہوا۔

موصوف کے بیان کے مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء گردیز کے مجاہدین نے اس فوجی دستہ پر حملہ کیا جو "بھری" کے تھانہ کو کمک پہنچا رہے تھے۔ اس فوجی دستہ میں ۴ ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں تھیں۔ مقابلہ میں دو ٹینک اور دو بکتر بند گاڑیاں تباہ کر دی گئیں۔ ۱۰ فوجی اور دو ملیشیا والے ہلاک اور ۲۴ زخمی ہوئے۔

ہم آخر دم تک لڑیں گے اتحاد علماء شمالی و جنوبی وزیرستان کے سیکرٹری جنرل بادشاہ گل جان نثار نے اپنے مراسلہ میں یہ رپورٹ بھیجی ہے کہ ہم آخر دم تک لڑیں گے۔ اور کسی بھی حالت میں اشتراکیت کو تسلیم نہیں کریں گے اور اگر وزیرستان کی سرحد پر کوئی روسی ایجنٹ رونما ہوا تو اس کا حشر بھی [illegible] (اس کا مفصل ذکر الحق میں آچکا ہے) جیسا ہو گا۔ گذشتہ عید الاضحیٰ میں ایک روسی دستہ قلعہ ارگون کو گومل کے راستہ آرہا تھا۔ تو وزیر و خروٹی اور سلیمان زئی وغیرہ اقوام کے غیور مجاہدین نے آگے بڑھ کر اس دستہ پر حملہ کیا۔ مجاہدین نے دشمن کی ۶۰ گاڑیوں اور ٹینکوں کو جلا دیا۔ اور انہوں نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

ادھر اتحاد طلبہ کے سیکرٹری نشریات نے اطلاع دی کہ اتحاد طلبہ تنظیم کے جو طلبا عید الاضحیٰ کے دنوں میں علاقہ خوست گئے تھے وہ بخیریت واپس لوٹے اور بہت سے خلقی فوجیوں اور کمیونسٹوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لائے

مختلف صوبہ جات میں مجاہدین کے کارنامے صوبہ لوگر میں دوبندی کے جبہہ نے رپورٹ دی ہے کہ ایک فوجی دستہ ۲۳ ٹینک سمیت دوبندی پر حملہ آور ہوا۔ مجاہدین نے راستے میں دستی بم رکھ دیئے جس کے باعث وہ پسپا ہو گئے۔ بعد میں طیاروں کے ذریعہ بمباری کی۔ یہ بمباری صبح ۸ بجے سے لے کر ۴ بجے عصر تک جاری رہی۔ مجاہدین نے مقابلے میں ایک گاڑی تباہ کر دی۔ ایک مجاہد شہید اور تین زخمی ہوئے۔ دوسرے دن پھر بمباری کی۔ مجاہدین نے دشمن کی دو گاڑیاں تباہ کر دیں۔

اسی صوبہ کے علاقہ شہر افگان مقام محمد آغی کے مجاہدین نے ایک جھڑپ میں دشمن کے ۴ ٹینک اور ۴ باربردار

گاڑیاں تباہ کر دیں۔ اور ایک چیف کو گرفتار کر لیا۔ اس پر شرعی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا اور اپنے اعمال بد کی وجہ سے سزایاب ہوا۔ اس جھڑپ میں محمد اغی کے مجاہدین حاجی محمد ایوب خان گروپ اور داور خان گروپ نے حصہ لیا۔

صوبہ کابل میں حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے مجاہدین نے خاک جبار کے علاقہ میں خلقیوں اور کمیونسٹوں پر حملہ کیا۔ نتیجہ میں مجاہدین نے کچھ علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ دو کلاشنکوف اور دو صندوق کلاشنکوف کی گولیوں کے مجاہدین کے ہاتھ آئیں۔ علاوہ ازیں ایک جیپ اور بہت سا روسی سامان مجاہدین کے ہاتھ لگا۔ اسی طرح تحصیل چہار آسیاب میں مجاہدین نے ملیشیا پر حملہ کیا جس میں دشمن کے ۲۰ افراد مارے گئے۔ اور بفضل خدا مجاہدین صحیح سلامت واپس لوٹے۔

صوبہ قندوز کے تحصیل امام صاحب میں مجاہدین نے شرکت سپین زر پر حملہ کیا۔ گیارہ افراد کارملی ٹولہ کے مارے گئے۔ اسی تحصیل میں فوجی تلاشی کے لئے پھر رہے تھے کہ مجاہدین نے ان پر حملہ کر دیا۔ ۳۵ کمیونسٹ جہنم رسید ہوتے اور دوسرے دن ۲ افراد پرچم پارٹی کے ہلاک کر دئے اور تین گرفتار ہوئے۔ مجاہدین کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

صوبہ بلخ میں حرکت کے مجاہدین نے ایک سینما گھر تباہ کر دیا اور کمیونسٹوں کے ساتھ دولت آباد کے ایک معرکہ میں چھ افراد ہلاک اور پندرہ زخمی ہوئے۔ دوسرے دن بھی کمیونسٹوں نے شکست فاش کھائی۔ ان کے ایک سو بائیس افراد مارے گئے اور دو سو سے زائد زخمی ہوئے۔ یہ لڑائی بارہ دن تک جاری رہی۔ مجاہدین کے چھ افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ دشمن کے بارہ ٹینک بھی تباہ ہوتے۔

صوبہ ننگرہار میں مجاہدین نے خواجہ غار کے مقام پر دہریوں کے ساتھ زبردست جھڑپ کے دوران ۱۲ افراد ہلاک کئے اور مجاہدین کو بہت سا غلہ اور گولیاں ہاتھ آئیں۔ اسی طرح کے ایک اور مقابلہ میں ۲۰ افراد مارے گئے اور خواجہ غار کے فتح کے دن کارمل انتظامیہ کے چار افسران اعلیٰ ہلاک کئے گئے۔ ایک سو پچاس ہزار افغان کرنسی چھ ہزار گولیاں اور ۹۰۰ بوری کھاد مجاہدین کو غنیمت میں ملا۔

کفرک بہارک مقام پر مجاہدین اور کمیونسٹوں کا مقابلہ ہوا۔ پانچ گھنٹے تک لڑائی جاری رہی جس میں ۰ افراد کارمل انتظامیہ کے ہلاک ہوتے اور مجاہدین میں سے تین آدمیوں نے جام شہادت نوش کیا۔

خواجہ غار میں مجاہدین اور خلقیوں کے درمیان پھر آمنا سامنا ہوا۔ خلقیوں کی ۲۰ گاڑیاں جلا دی گئیں نو ٹینک تباہ کر دئے گئے ۔

دارالعلوم دیوبند کے اختلافات

اور

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

کی

پر درد تقریر

ماہنامہ القاسم دورِ جدید ص ۲۸

دارالعلوم دیوبند ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۶ء

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے استعفیٰ کے بعد مسندِ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند پر فائز ہوئے، اس دوران بعض لوگوں نے کوشش کی کہ دارالعلوم دیوبند میں اسٹرائک کرادی جائے لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کی مساعی سے وہ نہ ہوسکی۔ تو مفسدین نے یہ کوشش کی کہ طلباء پڑھنا چھوڑ دیں اور مدرسین پڑھانا ترک کردیں لیکن حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے پڑھانا ترک نہیں فرمایا۔ بلکہ دارالعلوم دیوبند کو ایسے نازک وقت میں سنبھال لیا اور اسی زمانہ میں جامع مسجد میں جمعہ کے دن حسب ذیل تقریر کی جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ آج بھی دارالعلوم دیوبند نازک مرحلہ سے گذر رہا ہے۔ حضرت مدنیؒ کی آواز آج بھی سب کو نصیحت کر رہی ہے۔ چنانچہ پڑھئے اور سبق حاصل کیجئے۔ (ادارہ)

خطبۂ مسنونہ کے بعد مولانا مدنیؒ نے آیۃ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ کی تلاوت فرمائی اور بیان کیا کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں سے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ وہ اپنے ذکر کی حفاظت خود کرے گا۔ چونکہ یہ عالم، عالمِ اسباب ہے۔ لہٰذا یہاں جو چیز بھی قدرت ظاہر کرتی ہے، اسباب کے پردہ ہی میں ظاہر کرتی ہے۔ بچہ جب تک خدا نہیں دیتا جب تک نکاح نہ ہو غلہ جب تک نہیں ملتا جب تک کھیتی میں جان نہ ماری جائے۔ علیٰ ہذا حفاظتِ قرآن کے لئے بھی اللہ نے اسباب مہیا فرمائے۔ یعنی ہر زمانہ میں ایسے لوگ امتِ اسلامیہ میں پیدا فرمائے جنہوں نے دینِ متین کی حفاظت اور حمایت کی۔ ہندوستان میں جب قرآن کا علم ۵۷ء کے بعد اٹھنے لگا تو اللہ نے چند نفوسِ قدسیہ کے قلوب میں الہام کیا۔ انہوں نے ایک مدرسہ قائم کرنے کا

مشورہ کیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اسکی بنیاد ڈالی اور سرپرستی فرمائی۔ اس کے بعد حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اور اس کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے سرپرستی کو جاری رکھا یہاں تک کہ یہ زمانہ آیا مولانا نے فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں رہنے کی وجہ سے دنیا کے ہر گوشہ و خطہ کے لوگوں سے ملا ہوں۔ میں نے ہر خطہ کے علماء اور طلباء کو جانچا ہے۔ میں اگر یہ دعویٰ کروں تو بیجا نہ ہوگا۔ کہ دارالعلوم دیوبند کے علماء کی نظیر نہیں مل سکتی۔ دارالعلوم دیوبند وہ بے مثال درسگاہ ہے جس کی نظیر افغانستان (یہ ۲۸-۱۹۲۷ء کی بات ہے) باوجود اسلامی سلطنت ہونے کے نہ پیش کر سکا۔ یہ ثمرہ ہے ان بزرگان کی حسن نیات کا دیوبند کے لوگ اس دارالعلوم کی قدر نہیں کرتے۔ مثل مشہور ہے، گھر کی مرغی دال برابر لیکن وہ سوچیں کہ ثمرقند کاشغر کے لوگ ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آتے ہیں اور دیوبند کے لوگ گھر بیٹھے ماں باپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہوئے علم حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اس نعمت پر شکر نہ کریں گے تو پھر اسکی وعید "لئن کفرتم" سے آگے مذکور ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ :-

دیوبند کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ طالبان علم دین کی خدمت کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت کی وصیت فرمائی لیکن ان کی خدمت اور حمایت کے یہ معنی نہیں کہ ہر جا و بے جا حمایت کی جائے اگر وہ کوئی کام ایسا کریں جس سے دارالعلوم کو صدمہ پہنچتا ہو تو ان کو روکنا اور بچوانا چاہیئے۔ اور سمجھانے پر بھی نہ مانیں تو ان سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ طلباء نوجوان ہیں ناتجربہ کار ہیں وہ اپنے نفع نقصان کو پورے طور سے نہیں سمجھتے۔ ایک بیٹا باپ سے حلوہ مانگتا ہے۔ باپ اس کے لیئے کہیں نہ کہیں سے فکر کر کے حلوہ لاتا ہے۔ لیکن اگر بیٹا مریض ہو اور حکیموں نے حلوے سے منع کیا ہو تو ایسے وقت میں حلوہ کبھی نہ دیا جائے گا۔

مولانا نے فرمایا کہ کوئی کام دنیا میں ایسا نہیں جس میں اصلاح کی ضرورت نہیں ہر کارخانہ میں ضرورت اصلاح کی ہوتی ہے اور دارالعلوم میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔ لیکن اصلاح کے ذریعہ سے ذاتی عداوتیں نکالنا اصلاح نہیں اسی شخص کا فریضہ ہو سکتا ہے۔ جو کسی کی عداوت کے لیئے نہ کرے دارالعلوم کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی حمایت و حراست کی جائے اور خوب ترقی دی جائے اور جو خامیاں ہوں وہ رفع کر دی جائیں۔ نہ یہ کہ اصل شئے (دارالعلوم) ہی برباد کر دی جائے نہایت درد کے ساتھ فرمایا کہ جن لوگوں نے دارالعلوم (دیوبند) کو بال برابر بھی نقصان پہنچایا ہے یاد رکھیں قیامت کے روز رو سیاہ ہوں گے۔ اور فرمایا کہ دارالعلوم سے علاوہ دینی فائدہ کے دیوبند کے ہندو مسلمانوں کا یہ کس قدر بڑا دنیوی فائدہ ہے کہ ہر مہینہ دس ہزار روپے سے زیادہ خرید و فروخت مدرسہ کی وجہ سے ہوتی ہے ایسی ایسی مقدس درسگاہ کو اجاڑنا اسلام کو اجاڑنا ہے۔ خدا نہ کرے اگر یہ مدرسہ تباہ کر دیا گیا تو اس کی تباہی اسلام کی تباہی کے مرادف ہوگی۔ اگر اس سے اعتماد اٹھا دیا گیا تو پھر کوئی مدرسہ نہیں ہے جس سے ایسی خدمات کی توقعات وابستہ ہو سکیں۔

(منقول از القاسم دیوبند ص ۲ تا ۳ جلد ۳ شمارہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ)

خطاب الشيخ الدكتور عبد الله بن زائد

القاه في حفلة الترحيب بدار العلوم الحقانية اكوڑہ خٹک ٢٩ نوفمبر سنة ١٩٨١ء

٢٩ نومبر ١٩٨١ء دار العلوم حقانیہ آمد کے موقعہ پر وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی کا استقبالیہ تقریب سے خطاب

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب اليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا ومن يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا وامامنا محمداً عبد الله ورسوله وصلى الله عليه وعلى آله واصحابه وعلى اتباعه باحسان الى يوم الدين. اما بعد! فاني احمد الله تبارك وتعالى هيأ لي رؤية اللقاء بهذه المؤسسة الطيبة دار العلوم في هذا البلد الذي هو جزء من الجمهورية الباكستانية الشعب العزيز على انفسنا وعلى كل الامة الاسلامية وهذه المدرسة و [illegible] لها ولمؤسسها المحبة والتقدير لان ما تقوم به هذه المدارس ياتي في طليعة المهمات الدينية. ذالكم ان هذه المدرسة تهتم بتأسيس عقيدة الاسلامية بروس [illegible] وان الاهتمام من هذه المدرسة وامثالها انما هو سر بقاء الشعب الباكستاني [illegible] متمسكا بدينه واخلاقه فجزى الله القائمين على هذه المؤسسات ومنهم والدنا الكريم الشيخ عبد الحق حفظ الله مؤسس هذه المدرسة التي أسسها على غرار دار العلوم [illegible] في ديوبند بالهند نسأل الله ان يبارك في هذه المدارس وان يبقى من هذ المهد [illegible] المتخرجين على هذه المدارس من ابناء هذا الشعب وغيره حتى تؤدى هذ المدارس [illegible] هذا الاستمرار ايها الاخوة وايها الابناء ايها الزملاء.

[illegible] هذا البلد على الثغور وضاصة في وقت تشتد فيه طراسة الملحدين [illegible] طمعهم في بلاد الاسلامية هم الآن يحتلون جزاً غالياً من الوطن الاسلامي [illegible] لاختلافهم وتوسعهم في البلاد الاسلامية ولكنهم باذن الله تستخيب [illegible] ويرتدون على أعقابهم خاسئين ذليلين حقيرين بعد أن يذيقهم الله من عذاب الدنيا ومن الهوان انواعاً وبعد ان يتحقق قول الله تعالى ان الذين كفروا ينفقون اموالهم ليصدوا عن سبيل الله فسينفقونها ثم تكون عليهم حسرة ثم يغلبون ٥

والذين كفروا الى جهنم يحشرون • نشأ السوال متى هو ذالك الوقت ومن هم الثلة الذين
يذل الله على ايديهم هذه العزة للمسلمين وتلك الذلة والهوان لاعداء المسلمين
هل هم نحن ام غيرنا الجواب ليس خطا احد احق من احد الا من بعد ما يقدم بالاخلاص
في العمل اما الذين يخلصون في جهادهم وفي عملهم النية تبارك وتعالى ويتجهون في قلوبهم
واعمالهم الى الله ويفدون النفس والنفيس. انما يريدون ان يحق الخير لهذا الدين. الذى
يتحق بخيريته خير الامة الاسلاميه الذين يريدون ذالك وهم الذين يذل الله
على ايديهم. اما الذين لا يفعلون ذالك او يحلون بمثل ذالك فانهم لا يستعجلون ان يجرى
على ايديهم هذا الخير. وان من أهم المهمات لحصول هذا الخير ولتحقق وصف
الخيرية فيمن يريد ان ينال هذا شرفا عظيما ان من اهم المهمات بعد الاخلاص لله تعالى
والتجرد الاندماج في وحدة الامة الاسلامية الوحدة التى يقودها الايمان بالله وترسوا
على عقيدة الاسلامية والاعتماد على الله وحده دون من سواه والنظر الى ما عنده دون
النظر الى ما عند من سواه الواحدة التى اصنع بهايدى في يدا في جنديا كنت اوقائدا أسيا
فهى جندية لان مطلبى ان تتحقق وحدة الامة الاسلامية وفي ذالك الحين يكون نصر الله
وتكون عزة الامة وينزل نصر الله ويندحر اعداء الله نصر الله ينزل بملائكة من
السماء او بكن ينصر بها الله عباده ويذل بها اعدائه وما النصر الا من عند الله بملائكته
او بغير ملائكة. انما اذا اردنا ان نحقق العزة لامتنا فان علينا ان نطلب نصر الله نصر الله
نعم نصر الله وحده في عباده المخلصين به القصد سببين في ارادتنا الهم النية و
الطلب وفي ذالك اليوم تتحقق عزة الامة ويندحر اعداء الله. وينزل نصر الله ويومها
يندحر الشيوعيون واعوانهم اجمعون. واعداء الله التافة من الغربيين والشرقيين
ان الذين يعتمدون على الغرب من اجل ان يذل الشرق انما هم مخطئون في طريقتهم وانما هم
مغالطون لامتهم ان الشرق والغرب لا يريدون بنا خيرا ابدا انهم اعدائنا وان كانت
العداوة تختلف من الغرب الى الشرق لكنها تتحد لانهم لا يريدون بالمسلمين خيرا
ولا يريدون بالاسلام عزا وانما يريدون ان يسيطروا على الناس ولا يريدون ان تتأسس
بالاسلام دولة ولا ان تقوم له قائمة حينما اشتهر بان الباكستان تريد ان تنتج سلاحا نوويا
قامت ضجة في الشرق والغرب وفي نفس الوقت يمدون الهند من قبل الغرب

يضحكون هنا ويخافون هنا ويمدون الهند بما شاءت لاننا مسلمون ولانهم كفار يريدون ان يموت المسلمون يريدون ان لا يقوم المسلمون من اجل ذالك لا يريدون لهم تقدماً ويريدون الذل للمسلمين ومن اجل ذالك يقوون الهند ويمدونها بما شاء الشرق الغرب يتعاونون على تقوية الهند وعلى إضعاف باكستان والله غالبٌ على امره ان الاسلام لو قام حقاً ونفذ حقاً لما غلب احد لو شاع الاسلام في عدله ورحمته كان خيراً للبشرية اجمعين ان الاسلام لا يعرف الظلم ولا يعرف العدوان ولا يقر ظلماً ولا عدواناً ولا جوراً والناس سواسيةٌ في عدله حتى الاعداء يقول محمد عليه الصلواة والسلام من قتل معاهداً له ذمة الله ورسوله برأت عنه الذمة وفي بعض الالفاظ لم يرح لا ئحة الجنة او كما قال عليه السلام اما هم يقولون من قتل مسلماً له اهمية فانه ينال القدوة عند الشرق الغرب من ضيّق على المسلمين فهو الزعيم الاوحد هكذا يفعل اعداء الاسلام وذالك هو الاسلام او كانوا يعقلون لتركوا للاسلام حرّيةً وتركوا للمسلمين ارادتهم الحرّة فانهم خيرٌ للبشرية فانهم خير أمةٍ اخرجت للناس كما قال تعالى كنتم خير امةٍ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر والاسلام حين كان الاسلام في اوروّبا كان خيراً للامة بامن للاوربيين لها ويعض المخلصين من كُتّابها يدعون دائماً على الملك الذين اخرجوا الاسلام من اوروّبا بعد قرون ذهبية حكم الاسلام في اوروّبا عدلاً ورحمةً وشفقةً ومواساةً اخرج الاسلام من اوروّبا تفرق المسلمين انواعاً من العذاب لم يعرفها التاريخ الا في هذا العصر حين هزاول بعض الناس من المسلمين انواعاً من العذاب ربما تذوق ما كانت تفصل به المفسدون باتباعهم ـــ

عباد الله انه لا خير الا في الاسلام ولا سعادة الا في الاسلام هذه حقيقةٌ مسلمة لاولى العقول الذين عرفوا الاسلام وقروا عن الاسلام وهنا ايها الاخوة والابناء والزملاء عليكم عقد كبير لانكم تقفون على ثغر عظيم من ثغور المسلمين على الحدود وانتم رضوان فعليكم ان تسلّحوا ابناءكم بالعلم والايمان بالعلم والعمل ان العلم بلا عمل لا يفيد بل ربما يكون حجة ويبطل الذهن والفكر معاً ولكن العلم عندنا نحن المسلمون يراد به العمل والعلم الذى نقصده هو العلم كتاب الله وسنة رسوله والعمل الذى نقصد هي القدوة والتأسي برسول الله محمد صلى الله و اصحابه من بعده والتابعين لهم باحسان الذين ساروا على النهج ساروا على صراط مستقيم متأسين بينهم متبعين له غير منحرفين ومن اهم المهمات دعوة اخوان لكم اضلهم الشيطان واغواهم وصدّهم عن سبيل الله ووقعوا في انواع من المخالفات والبدع فلا يجوز

تركهم لانهم جزء منا ثم ان الله سائل عنهم ان لم نكن ندعوتهم اليه فلابد من احتساب فان كثيراً من الناس قد يقوم بواجب الدعوة المناسب ولم يستمر في دعوة - اخوان لكم هم في حاجة اليكم اذا اصلحوا تكثر من سوادكم و نشد من عضدكم وكانوا لكم اعواناً وكانوا لكم من اصدق الاخوان فلا تتركوهم للشيطان يفترسه

ايها الاخوان ان الدعوة الى الله تحتاج مع الحكمة والاخلاص لله تعالى الصبر اجرا لصبر على الاذى مهما طال الوقت والصبر على الاذى مادام ان فيه طروقة للاصلاح والدعوة والصبر على الاذى فان من لا يقدر على الاذى ويرده القليل من الاذى لا يصلح ان يكون الدعاة المخلصين فكونوا كذالك ايها الاخوة كثير من المسلمين وقعوا في المخالفات وكثير منهم لا يظنون انها مخالفات ويظنون انها تعظيماً للصالحين و تعظيماً للاولياء و تعظيماً لرسول الله صلى الله عليه وسلم و تاكيداً لمحبته وماهم بعالمين ان ذالك يرفعهم في معادات الله ورسوله و مخالفة طريق الصالحين فعلينا ان نفهم وان نحاول نفهيمهم بيننا و آخران محبته رسول الله فيما جاء به واتباعه باخلاص وتقديمه على الاهل والنفس والولد وكيف يقدم محبته على محبته النفس و الولد والوالد اذا اطعنا امره وابتلانا عن تعصيه وقدمنا ما يحب على ما نحب هذه هي المحبة - ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يات بشئ الا لهذا الا بدعوة الناس الى الله والا بتصحيح عقيدة الناس لم يات بامر من امور الدنيا ولم يسع صلى الله عليه وسلم اليه - كفار قريش عرضوا عليه ان يكون ملكاً لهم ان يملكوه على العرب فلا ينازعه احد وان يعطوه من المال حتى يكون اغناه مالاً - وان يختاروا له اجمل بنات العرب فزوجوه فكيف عن آلهتهم فقال والله لو انزل الشمس في يميني و القمر في يساري ان اترك هذا الامر ما تركته حتى يظهره الله -

عرضت عليه البطحا ان تنقلب ذهبا وما اراد ذالك اراد ان يكون عبداً رسولاً أتريد ملكاً رسولاً او عبداً رسولاً قال لا بل اريد ان اكون عبداً رسولاً ولهذا ناداه الله باشرف المقامات لهذا الوصف سبحان الذى اسرى بعبده ليلاً من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذى باركنا حوله - ان محبة رسول الله صلى الله عليه وسلم وتعظيمه هو باتباعه بالصدق و الاخلاص و تعظيم الله بعبادته وباخلاص القصد و النية له والعبادة وتقديم هوى رسول الله صلى الله عليه وسلم على هوى النفس لا يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعاً لما جئت به يجب نفهم هولاء القوم

وان ولاية الله لاتنال الا بالصدق فى عبادته والصدق فى الجاء اليه والتوجه اليه مباشرةً دون صحاب الوسائط فانه نادى عباده ان يدعوه وانه قريب اليهم اقرب من حبل الوريد فاذا سألك عبادى عنّى فانى قريب-اجيب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوا لى وليؤمنوا بى لعلهم يرشدون وقال تعالى ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب اليه من حبل الوريد وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الذى يوضئ على انفسكم ان الذى تدعون اقرب الى احدكم من شراك من نعل راحلته او كما قال النبى صلى الله عليه وسلم-

الولاية- ولاية الله انما قوله تعالىٰ الآن اولياء الله لاخوف عليهم ولاهم يحزنون منهم ! الذين آمنوا وكانوا يتقون وما من احد من الناس الا هو وليه اما ولىٌ للرحمان او ولىٌ للشيطان فالمسلم ولى الله والكافر عدو الله ولكن ولاية المسلمين تختلف بحسب قوة الايمان وضعفه ولكن قوة الايمان وضعفه انما هو للشعب وكلما قدبت ولاية الانسان قويت همتهُ باعتماد على الله كما فى قوله تعالىٰ اولٰئك الذين يدعون اى من الملائكة والصالحين الذين يدعونهم هٰؤلآء المشركون (قال) اولٰئك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة ايهم اقرب اى يتسارعون فى فعل الخيرات وترك المنكرات ويتنافسون فى ذالك ويرجون رحمته ويخافون عذابه ان عذاب ربك كان محذوراً علينا ان نفهم هولآء بل هم اولياء الله وبها تكون محبة رسول الله لعلهم يرجعون او تقوم حجة الله عليهم

يا ايها الاخوان لا اريد ان اطول عليكم فانى احسست بان الوقت طال عندكم فاقصر كلامى مركّز دعوتى اياكم يا علماء الدين ويا طلاب العلم الى تكثيف جهودكم بواحدة الامة و جمع الكلمة فان ذالك مطلب واجب فى كل الوقت وفى هذا الوقت الذى تعرف فيه الامة الباكستانية على فرض تحكم الشريعة الاسلامية بينهما ان هذه الشريعة التى هى مطلب اساس من تقسيم الباكستان والهند ان الشعب الباكستانى انما انفصل عن الهند حتى يتم دولته على اساس الاسلام وتحكيم شريعة الاسلام وهٰذه هى الفرصة انشاء الله سوخيًا عليكم ان توحدو صفوفكم وان تمزقوا كل اختلاف يتمزق الوحدة وعليكم ان تجتمعوا من اجل الله حتى تتحد الكلمة وحتى يحصل التعاون على البرّ والتقوىٰ أسأل الله تبارك و تعالىٰ ان يتم على الشعب الباكستانى نعمة تحكيم الشريعة حتى يعم العدل ويعم الرخاء ويحصل الخير وان توحد كلمة المسلمين فى كل مكان وان ينصر اخواننا فى افغانستان فى فلپائن وفى كل

مكان يقاتلون فيه المسلمون اعداء الله نسأل الله تبارك وتعالى ان ينزل بعباده النصر اللهم ارحم عبادك المستضعفين وانزل عليهم نصرك المؤزر ووحد صفوفهم واجمع كلمتهم آمين يا ارحم الراحمين وانزل على اعدائك باسك الذى لا يرد عن القوم المجرمين لا اله الا انت انا كنا من الظالمين اللهم اصلح قلوبنا واصلح ولاة امورنا واجعل ولايات المسلمين وتعليمهم فيمن يخاف ويتقي ويتبع ما يرضيك يا ارحم الراحمين وانه يسرني بختام هذه الكلمة ان

بان امر وبط التى بين الجامعة الاسلامية وهذه المدرسة الحقانيه علاقة لا تحتاج الى تقرير لان الاسلام قررها ولان المنهج الواحد هو تصحيح العقيده والدعوة الى هذا الدين هدف للجميع والعلاقة مقررة ووقيه والحمد لله انه يسرنا ان تنتهى المعادلة مقررة ووقيه الحمد لله انه يسرنا ان تنتهى المعادلة انشاء الله وتستقبل ويكون للجامعة شرف عظيم ان تستقبل الخريجين من هذه المدرسة العزيزة كما انه يسرنى ان تسعم الجامعة فى مجهود هذه الجامعة المغيرة بخمسين الف روبيه يسلمها الشيخ ميان فضل حق الى ادارة المدرسة

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته؛

حضرۃ الشیخ کی تقریر کا خلاصہ

فضیلۃ الشیخ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ اس نے ملاقات کے لئے موقعہ عطا فرمایا۔ اس مبارک ادارہ دارالعلوم حقانیہ کو دیکھنے کے لئے جو کہ اس شہر میں واقع ہے۔ امت اسلامیہ پر ان مدارس اور اس کے اہتمام چلانے والوں کی عزت افزائی لازم ہے۔ کیونکہ ان مدارس کا قیام مہمات دینیہ کے پیش نظر ہوتا ہے اس جیسے اداروں میں پاکستانی قوم کی بقا مضمر ہے۔ کیونکہ صحت عقیدہ اور اخلاقی اقدار کی نشوونما اس میں ہوتی ہے پس اللہ تعالیٰ ان کے چلانے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہمارے والد محترم فضیلۃ الشیخ عبدالحق نے اس پاکیزہ مدرسہ جس کی بنیاد انہوں نے دارالعلوم دیوبند (ہند) کے مسلک و منہج پر رکھی۔ اللہ تعالیٰ اسے وسعت بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مدارس اور ان کے معاونین پر برکتیں نازل فرمائے تاکہ یہ مدارس اپنی دعوت اور پیغام کو بحسن و خوبی انجام دیں۔

محترم بھائیو اور دوستو! آپ پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ آپ ایسی سرحد پر واقع ہیں جس کے اردگرد دشمنان اسلام ہیں جو ہر وقت اس سوچ میں ہیں کہ ہم افغانستان کو اپنا اڈہ بنا کر اسلامی ملکوں کو ہضم کر سکیں اور وہ اس وقت مسلمانوں کے بہت بڑے قیمتی حصہ پر قابض ہیں۔ ایک تو ان کے توسیع پسندانہ عزائم کی وجہ سے اور دوسرا خود مسلمانوں کے مابین اختلافات کے خلیج کے باعث۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ان کو گوناگون عذاب اور ذلت و رسوائی

سے ہم کنار فرمائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ان الذین ینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللہ۔ فسینفقونھا ثم تکون علیھم حسرۃ ثم یغلبون والذین کفروا الی جھنم یحشرون ٥

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں۔ سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے۔ پھر مغلوب ہو جائیں گے اور کافروں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ وقت کب آئے گا؟ اور وہ کون لوگ ہوں گے؟ جن کو خداوند قدوس ذلیل و رسوا کریں گے۔ اور ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کی عزت افزائی ہو گی۔ تو جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے عقائد درست کئے اور اپنے اعمال میں خلوص وللہیت کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے نفس اور ذاتی منافع کو قربان کر دیا۔ اور وہ کام کرتے ہوں جن میں تمام امت مسلمہ کی بھلائی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں خیر جاری کرے گا۔ کیونکہ ان کا ارادہ خیر اور بھلائی کا ہے۔

سب سے اہم چیز اس نصرت عظیم کا ارادہ ہے جس میں اخلاص کے جذبے اور ایمان باللہ وحدہ کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے اتحاد کی کوشش ہو۔ ایسی وحدت اسلامی جو اسلامی عقیدہ پر مبنی ہو اور اس میں اعتماد علی اللہ وحدہ کا جذبہ کارفرما ہو۔ نہ کہ اپنے وسائل پر توکل اور اغیار پر بھروسہ بلکہ اپنے بھائی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھیں۔ اس مقصد کے لئے ہم اپنے بھائی کو سر پر اٹھا لیں۔ جب امت میں اتحاد پیدا ہو جائے۔ تو اللہ کی طرف سے رحمتوں کا نزول ہو گا۔ اور ان کی امداد ہمارے شامل حال ہو گی۔ اور ہمیں عزت کی زندگی نصیب فرمائیں گے۔ خواہ وہ ہماری امداد آسمانی فرشتوں سے فرمائیں یا "کن" کے ذریعے۔ اگر ہمیں اس امت کی عزت و وقار مطلوب ہے تو ہمیں صرف ان ہی سے امداد طلب کرنی ہے تب ہماری عزت افزائی ہو گی۔ ہمارا وقار ہو گا۔ دشمنان اسلام تباہ و برباد، خستہ حال اور کمزور ہو جائیں گے۔ سوشلسٹ اور ان کے حواری ذلیل و خوار ہو کر نکل جائیں گے۔ خواہ وہ مغرب میں ہوں یا مشرق میں۔ اہل مشرق میں سے جو لوگ مغرب پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ وہ ہماری مشکل حل کریں گے، ہمیں امداد دیں گے تو یہ لوگ غلطی پر ہیں کیونکہ مغرب کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مشرق کو نیست و نابود کر دے۔ وہ مشرق کے لئے کسی قسم کی بھلائی نہیں چاہتے کیونکہ وہ ہمارے دشمن ہیں اگرچہ ان کی دشمنی کے انداز مختلف ہیں۔ مغرب کے مابین خود بھی اختلافات موجود ہیں لیکن پھر بھی مشرق کی دشمنی میں وہ تمام اختلافات بالائے طاق رکھتے ہیں۔ بطور مثال میں معذرت چاہتا ہوں جب یہ مشہور ہوا کہ پاکستان اسلامی ایٹم بم بنانا چاہتا ہے تو مشرق و مغرب میں ہلچل مچ گئی اور ہندوستان کو بھرپور امداد دینے لگے۔ اہل مغرب کیوں چیخنے چلانے لگے۔ انہوں نے کیوں ہندوستان کے ساتھ تعاون شروع کر دیا اس لئے کہ

ہم مسلمان ہیں۔ اور وہ مسلمان نہیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ مسلمان طاقت ور بنے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان ہمارا محتاج اور ہمارا دست نگر ہو۔ اور یہ مشرق و مغرب کی گاڑی میں پس جاتے۔ اگر اسلام صحیح معنوں میں نافذ ہو جائے اور اس کے عدل و انصاف کے تقاضوں کا لحاظ رکھا جائے تو اس میں تمام انسانیت اور عالم بشریت کی بھلائی ہے۔ کیونکہ اسلام میں ظلم و زیادتی کا نام نہیں۔ تمام اس کے عدل میں برابر ہیں حتیٰ کہ دشمن بھی۔

ارشاد نبوی ہے کہ جس مسلمان نے کسی غیر مسلم ذمی کو قتل کیا جو کہ اللہ اور اس کے رسول کے عہد میں آچکا ہے تو اس سے ذمہ بری ہے اور بعض الفاظ میں آیا ہے کہ وہ جنت کی ہوا تک نہ سونگھے گا۔ ان کے نزدیک جس شخص نے کسی مسلمان زعیم اور لیڈر کو قتل کیا تو وہ ان کے نزدیک ہیرو بن جاتا ہے جو مسلمانوں پر سختی کرتا ہے وہ ان کا منفرد لیڈر بن جاتا ہے۔ اسلام ان کے بارے میں کیسے سلوک کی تلقین کرتا ہے اور ان کا کیسا رویہ ہے۔ کاش ان کو عقل و خرد ہوتا۔ اگر وہ اسلام کو آزادی اور مسلمانوں کو آزادی رائے دیتے تو اس میں خود ان کی بھلائی تھی۔ بعض مخلص مغربی ادیب و مورخ بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جب یورپ میں اسلامی حکومت قائم تھی وہ اس وقت کا عہد زریں تھا اب وہ ان لوگوں کو بددعائیں دیتے ہیں جنہوں نے اسلام کو یورپ بدر کیا۔ یورپ میں جب اسلامی حکومت قائم تھی مسلمان حکمران تھے وہ عہد یورپ کا عہد زریں کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس امت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:۔

کنتم خیر امۃ اُخرجت للناس جب اسلام یورپ سے نکلا تو وحدت امت پارہ پارہ ہو گئی۔ اس کے بعد جو کچھ مسلمانوں اور معصوم بچوں پر مظالم ڈھائے گئے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اے اللہ کے بندو! صرف اسلام میں خیر کثیر اور سعادت ابدی ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت اور ناقابل انکار صداقت ہے جنہوں نے اسلام کو صحیح معنوں میں جانا اور آگے پڑھا۔

بھائیو اور دوستو! تم پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ تم مسلمانوں کی سرحد پر ہو۔ تم پر واجب ہے کہ اپنی اولاد کو علم سے مسلح کرو، عمل کے ساتھ۔ کیونکہ علم بغیر عمل کے غیر مفید ہے۔ بلکہ بسا اوقات فکر و ذہن کے لئے مہلک ثابت ہوتا ہے۔ تو علم سے وہی علم مراد ہے جو با عمل ہے۔ اور جس علم کا ہم قصد کرتے ہیں۔ وہ علم کتاب اللہ و سنت رسولؐ ہے۔ اور جو عمل ہمیں مقصود ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد صحابہ و تابعین جو صراط مستقیم پر چلے ہیں ان کی پیروی ہے۔ اس بات کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے جن کو شیطان ورغلاتے ہوں۔ ہم ان کو دعوت دیں جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور بدعات کے مرتکب ہوتے۔ ہم ان کو ویسے نہ چھوڑیں۔ کیونکہ وہ ہماری قوم کے افراد ہیں اگر ہم ان کو دعوت نہ دیں تو اللہ تعالیٰ ہم سے ان کے بارے میں پوچھیں گے۔ پھر دعوت کے لئے بھی مناسب وقت اور مناسب اسلوب چاہئے۔ اگر ان امور کا لحاظ نہ رکھا گیا تو پھر کامیابی سے ہمکناری ناممکن ہے۔ تمہارے بھائی تمہارے محتاج ہیں۔ اگر وہ راہ راست پر آگئے تو اس میں تمہاری جماعت کا اضافہ اور وہ تمہارے قوت بازو ہوں گے اور تمہارے سچے بھائی اور مددگار ہوں گے۔ ان کو شیطان کی پناہ میں نہ چھوڑو۔

بھائیو! بے شک دعوت الی اللہ حکمت کا محتاج ہے۔ اور ساتھ ساتھ خلوص نیت کی۔ اس راہ میں تکالیف آئیں گی تو اس پر صبر لازمی ہے۔ ایذا پر صبر کرو جب تک ان میں اصلاح کی صلاحیت ہو معمولی مصیبت سے جو شخص اپنے مقصد سے پھرتا ہے تو وہ مخلص داعی نہیں بن سکتا۔ بہت سے مسلمان مخالفات و بدعات میں پڑے ہوتے ہیں۔ ان کا یہ یقین ہے کہ یہ طریقہ اللہ و رسول کی خوشنودی کا ہے۔ اور اس میں صالحین کی تعظیم ہے۔ یہ ان کے ساتھ محبت کا ذریعہ ہے۔ حالانکہ ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ خدا اور اس کے رسول کے ساتھ دشمنی ہے۔ اور صالحین کے طریقوں کی مخالفت ہے۔ پس ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کو سمجھائیں کہ اللہ و رسول کی محبت اس کی اطاعت و اتباع میں ہے حضورؐ کی محبت کو ہم اپنے نفس اہل و عیال پر مقدم رکھیں گے۔ اصلی محبت یہی ہے کہ ہم حضورؐ کے اوامر پر عمل پیرا ہوں اور نواہی سے اجتناب کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دعوت الی اللہ لے کر آئے۔ لوگوں کے عقائد درست کرنے کے لئے آئے۔ نہ کہ دنیا طلبی کے لئے۔ نہ کسی اور منفعت کے لئے اور نہ کسی اور منفعت کے لئے۔ اور نہ اس کی دعوت دی۔ کفار قریش نے آپ کو پیشکش کی کہ اگر آپ بادشاہ بننا پسند کرتے ہیں۔ آپ جاہ و جلال کے متمنی ہیں تو ہم آپ کو شاہِ عرب بنا دیں گے۔ اور اگر زر و مال کی خواہش ہو تو ہم آپ کو مالا مال کر دیں گے۔ اور اگر آپ کو بیوی کی ضرورت ہو تو ہم عرب کی حسین ترین دوشیزہ کا عقد نکاح آپ سے کر دیں گے۔

آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو پھر بھی میں اپنے مشن سے باز نہیں آؤں گا۔ آپ پر بطحا پیش کیا گیا۔ کہ یہ آپ کے لئے سونا بنا دیں گے۔ تو آپ نے اس کو ٹھکرا دیا۔ اور فرمایا کہ مجھے بندگی پسند ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ بادشاہ و رسول بننا پسند کرتے ہیں یا عبد رسول۔ تو آپ نے فرمایا کہ بندہ اور رسول ہونا پسند کرتا ہوں۔ اس وجہ سے آپ کو کئی مقامات میں عبد کے ساتھ مخاطب کیا گیا۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ

پس نبی علیہ السلام کی محبت ان کے اتباع میں اطاعت میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم اس کی عبادت اور اخلاص نیت سے ہوتی ہے۔ اور اپنی خواہشات کو حضور علیہ السلام کی تعلیمات کے تابع کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہشات کو میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ کرے ہم پر لازم ہے کہ ہم اس قوم کو سمجھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی ولایت اس کی عبادت میں خلوص کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس بندوں کو چاہئے کہ اسی ذات کو پکاریں۔ کیونکہ وہ ان کی شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْب	اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت
اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا	کریں۔ تو میں قریب ہی ہوں منظور کر لیتا ہوں عرضی

لِیْ وَالْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝

درخواست کرنے والے کی جب کہ وہ میرے حضور درخواست دیں، سوان کو چاہیئے کہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پہ یقین رکھیں امید ہے کہ وہ لوگ رشد حاصل کرسکیں گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ۝

اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم اس کو جانتے ہیں۔ اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ۔

ولایت اللہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔

یاد رکھو۔ اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں۔

وہ کون ہیں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ وہ جو ایمان لاتے اور اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ہر انسان ولی ہے یا شیطان کا ولی یا رحمان کا ولی۔ پس مسلمان ولی اللہ ہے اور کافر عدو اللہ۔ لیکن مومن کی ولایت اس کے ایمان کی قوت وضعف کے لحاظ سے مختلف ہے جب انسان کی ولایت قوی ہو تو اس کا اعتماد علی اللہ اور ارادہ بھی قوی ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝

یہ لوگ کہ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ ڈھونڈھ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے۔ اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کے قابل۔

پس ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کو سمجھائیں کہ وہ اولیاء اللہ بنیں۔ اور حق کی طرف رجوع کریں۔ اور ان پر حجت قائم ہو جائے۔

بھائیو! میں زیادہ طول نہیں دینا چاہتا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آپ کا بہت وقت لیا۔ پس میں کلام مختصر کرتا ہوں۔ آپ اپنی دعوت پر اصرار کریں۔ آپ وحدۃ الامت کے لئے کوشش کریں۔ کیونکہ اس کی اشد ضرورت ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ پاکستانی قوم اپنی کوشش صرف کر رہی ہے شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے لئے۔ وہ شریعت جو پاک وہند کی تقسیم کی بنیاد ہے۔ اور اس کے لئے پاکستانی قوم ہند سے جدا ہوئی تاکہ اسلامی بنیادوں پر حکومت قائم کریں۔ اور یہ شریعت انشاء اللہ نافذ ہوگی۔ آپ پر لازم ہے کہ اپنی صفوں میں اعتماد پیدا کریں۔

اور ہر وہ اختلاف جو اس وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا سبب ہو۔ اس سے بچیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے جمع ہو جائیں۔ تاکہ کلمۃ اللہ متحد ہو۔ اور نیکی پر تعاون کریں۔ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ پاکستانی قوم شریعت مطہرہ کی نعمت سے مستفیض ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کی مدد فرمائے۔ افغانستان، فلپائن میں جہاں بھی مسلمان دشمنان اسلام سے برسرپیکار ہیں۔ اللہم پر اپنی مدد نازل فرمائے۔ اے اللہ اپنے دشمنوں کو تباہ و برباد کر۔ ہمارے دلوں اور ہمارے حاکموں کی اصلاح فرما۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں خوف و تقویٰ پیدا فرما تاکہ وہ آپ کی رضاجوئی اختیار کریں۔

اور آخر میں مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ جامعہ اسلامیہ اور جامعہ حقانیہ کے درمیان ایسا اٹوٹ رابطہ ہے کہ وہ محتاج بیان نہیں۔ اسلام نے اس تعلق کو مضبوط کیا ہے اور ان دونوں کا منہج و دعوت ایک ہے۔ دونوں کا ایک ہی صحیح عقیدہ ہے تو یہ تعلق اقوی اور مستحکم ہے۔ اور مجھے اس بات سے بھی خوشی ہے کہ معادلہ انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائے گا۔ تو یہ جامعہ اسلامیہ کے لئے شرف عظیم ہوگا۔ کہ وہ جامعہ حقانیہ کے فضلاء کو قبول کرے۔ اور مجھے خوشی ہے کہ جامعہ اسلامیہ کی طرف سے جامعہ حقانیہ کو ان خدمات جلیلہ پر پچاس ہزار روپے میاں فضل حق صاحب ادا کریں گے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (ضبط و ترجمہ مولانا مصطفیٰ احسن صاحب۔ مولانا محمد ابراہیم فانی مدرس دارالعلوم)

از جناب ڈاکٹر محمد حنیف صاحب پروفیسر شعبہ دینیات
اسلامیہ کالج پشاور

مسلمانانِ عرب کے تعمیری آثار
اور
ماہرینِ فنِ تعمیر کی آراء

یہ عمارت تیار تھی جب مکمل ہوئی تو مغرب کی پہلی نماز قاضی ابو عبداللہ نے پڑھائی۔ دوسرے دن الناصر الدین اللہ نے بذات خود نماز با جماعت پڑھنے کی سعادت حاصل کی[1]

۳۶۶ھ ۹۷۶ء میں ہشام المؤید باللہ تخت نشین ہوا۔ ہشام کے وزیر منصور بن ابی عامر نے قرطبہ میں قصر زہرہ کی نظیر پر ... اس کی تعمیر کا زمانہ ۳۶۶ھ ۹۷۶ء — ۳۷۰ھ ۹۸۰ء رہا ہے۔ یہ قصر خوبصورتی اور دیدہ زیبی میں کسی طرح قصر زہرا سے کم نہ تھا۔

محمد لبیب البتنونی کا بیان ہے کہ

"قصر زہرہ عظمت و ضخامت کے لحاظ سے بہت بڑا، منظر کے لحاظ سے بہت خوبصورت۔ دیواروں کی بلندی کے لحاظ سے بہت اونچا اور بازاروں کی وسعت کے اعتبار سے بہت زیادہ وسیع تھا[2]

اندلس کے مسلمانوں کا ایک اور کارنامہ "قصر شبیلیہ" کی تعمیر ہے۔ اس کی اصل عمارت اگرچہ گیارھویں صدی عیسوی میں ہوئی مگر اس کا ایک بہت بڑا حصہ تیرھویں صدی عیسوی میں بنایا گیا ہے[3] اس کی شان و شوکت اور بے نظیر حسن و جمال کا ذکر کرتے ہوئے محمد لبیب البتنونی کہتے ہیں کہ:۔

"یہ قصر اپنی جلالت و ضخامت، عجیب و غریب صنعت اور خوبصورت نقش و نگار کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شاہکار ہے۔ اس کی عظمت و شوکت اور حسن و جمال دیکھ کر انسان پر دہشت طاری ہو جاتی ہے اور کوئی نہیں کہ انسانی دل و دماغ اس جیسی عظیم الشان عمارت کو تخیل میں لاسکے۔ یا اس کی تصویر کشی کر سکے[4]

ہشام کے بعد ۳۶۶ھ ۹۷۶ء سے ۴۰۰ھ ۱۰۰۹ء تک اندلس میں بہت سے انقلابات رونما ہوئے۔ آخر کار

---

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۴۶ [2] رحلۃ الاندلس ص ۱۳۶ [3] تمدن عرب ص ۲۶۷ [4]

۵۰۶ھ ۱۱۱۳ء میں "الموحدین" برسرِ اقتدار آئے۔ ۵۹۶ھ ۱۱۹۹ء میں ان کی حکومت کو زوال آیا۔ جس کے بعد اسلامی ریاستیں یکے بعد دیگرے عیسائیوں کے ہاتھوں مغلوب ہوتی گئیں۔ اس پُر آشوب دور میں محمد بن یوسف الغالب خزرجی نے ۶۳۰ھ ۱۲۳۲ء میں غرناطہ میں اپنی آزاد حکومت قائم کی۔ اس نے علم و حکمت، صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت ہر لحاظ سے غرناطہ کو اس سطح پہ لا کھڑا کیا جس پہ دورِ بنو امیہ میں قرطبہ تھا۔

محمد بن یوسف نے ساتویں صدی عیسوی میں غرناطہ کے جنوب مشرق میں ایک محل تعمیر کیا۔ جو "قصر الحمرا" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قصر نسبتاً چھوٹا تھا مگر شان و شوکت اور حسن و جمال کے لحاظ سے مسلمانوں کے فنِ تعمیر کا ایک لازوال کارنامہ ہے۔

قصر الحمرا سے شاندار تکلفات سات صدیوں کی ترقیات کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں اور اپنے زمانہ کے انتہا ترقی کا نمونہ ہے۔ اس قصر میں اہلِ عرب کا شوقِ تلوّن و شان جو ایک حساس متلوّن مزاج اور سیاح قوم کا خاصہ ہے ہر جگہ ظاہر ہے کہیں تو ستون اکھرے لگے ہوئے ہیں اور اکثر پر (کسی زمانہ میں) سونا چڑھا ہوا تھا۔ محرابوں کے پیچ و خم میں ان کی نمایاں خصوصیات یعنی نعلی، مزدوج اور نیم قوس نظر آتی ہے۔ بعض منقش ہیں، بعض مشبک مگر تمام کی تمام بے نظیر خوب صورتی اور موزونیت کے حامل ہیں۔ محرابوں کے بالائی نیم قوسی حصوں میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بظاہر یکساں مگر غور سے دیکھنے سے انواع و اقسام کی دلکش جالیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن سے نکل کر سورج کی کرنیں نہایت خوبصورتی کے ساتھ کمروں کو روشن کرتی ہیں۔ تو امید کا چمکدار، محیر العقول کام اصول الجبرا کے موافق بنا ہوا ہے۔ اور اس کے مار پیچ علم ہندسہ کے کثیر الزاویہ جوڑ توڑ سے موزوں کئے گئے ہیں۔ دیواروں پر عدیم النظیر زخرفۃ العرب کا کام ہے اور ان کے کتبے درخشاں ہیں۔ قبوں میں لاجوردی ارغوانی اور سنہرا کام اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ جواہرات جڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ غرض جدھر دیکھو ایک بقعہ نور معلوم ہوتا ہے۔ قصر الحمرا میں جا کر ایک دقیق النظر نقادِ فنِ تعمیر کی آنکھیں موزونیت و لطافت کا سدا بہار باغ اپنے سامنے دیکھتی ہیں اور اس عمارت کو وہ جس پہلو سے دیکھتا ہے اس کو وہ ایسی بے نظیر چیز پاتا ہے کہ اس کی چشمِ تخیل کو اس کا کہیں نمونہ نہیں ملتا[1]

اس کی ہر چیز حیرت انگیز ہے اور انسان کو اس کی دیواروں کے سامنے جن پر طرح طرح کی نسخی گل کاریاں جالی کی صورت میں بنی ہوئی ہیں۔ اس کی نکیلی گل کار محرابوں کے آگے ان طاقچوں کے آگے جن میں قلمیں لٹکی ہوئی نظر آتی ہیں اور جن پر کسی زمانہ میں سرخ اور زنگاری کام تھا کھڑے ہو کر گھنٹوں عش عش کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں[1]

تمام عمارت کی خوب صورتی اور موزونیت ایک جادو ہے۔ جو اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ یہ مشہور عربی قصر اندلس

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۳ ص ۶۱۹

کی عمارتوں کا سرتاج، مسلمانانِ اندلس کی صنعت کا نمونہ، کئی نسلوں کی محنتوں کا خلاصہ اور اس درخشندہ زمانہ کے بہترین تخیلات صنعت اور دل و دماغ کا مجسمہ ہے۔ جب تک اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی باقی رہے گا وہ طالبانِ علم اور علماء آثارِ قدیمہ کے لئے سبق آموز رہے گا۔ اور اس عظیم الشان سلطنت کی یاد دلاتا رہے گا۔ جس کے علمی جواہر پارے سائنٹیفک انکشافات، تمام مذاہب کی آزادی، ذوقِ تحقیق اور تہذیبِ زمانہ حال کی علم بردار اور باعثِ تشویق ہے۔ سوسائٹی کی گراں بہا اقتصادی کیفیت، بے تعداد اختراعات، خوبی نظم و نسق، سلطنت رتق و فتق، معاملات اور فنِ زراعت کی تکمیل۔ غرض ہر چیز اس سلطنت کے اصول۔ سائنس کی عملی غور و فکر کا نتیجہ تھا۔ اگر ان تمام باتوں کا مجسمہ دیکھنا ہو تو وہ قصر الحمرا ہے۔ جو قرونِ وسطیٰ کی نہایت متمدن و مہذب اور ترقی یافتہ قوم کی یادگار ہے۔

یہ قصر سلطنت غرناطہ کی عظمت و جلالت کا نشان ہے۔ اپنے بادشاہوں کا مایہ ناز ہے۔ دنیا کا عجوبہ ہے جس قوم کی یہ یادگار ہے وہ اس پہ جتنا غور و فکر کرے کم ہے۔ اس قصر کی شان و شوکت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی روشنی مکدر ہو گئی۔ لیکن اس کا مرثیہ، اس کا قصہ غم یعنی اس کی تاریخ جواب تک روایات علمی اور افسانے بن بن کر زبان زد عوام ہیں کبھی دنیا سے رخصت نہ ہوں گے۔ جن بادشاہوں نے ان کو بنایا اور جن بادشاہوں نے ان کو بگاڑا۔ ان کے نام بھی در و دیوار پہ درخشاں ہیں۔ ان بادشاہوں میں سے اہلِ سپین کا مغرورانہ قول " فائق الکل " اور متقیانِ اسلام کا طغریٰ " لا فاتح الا اللہ " اب بھی اس کے ذرے ذرے میں آفتاب بن کر چمک رہا ہے[1]

ناممکن ہے کہ کوئی شخص ان عجیب و غریب گچ کے پھول بوٹوں کا شمار کر سکے۔ جن کو عرب صناعوں کی چابکدستی نے انواع و اقسام کی صورتیں دی ہیں۔ اس قصر کے چھوٹے چھوٹے رواق اور دالان ان میں بہت ہی نازک و خوبصورت محرابیں۔ گل کاریاں۔ گل دستے۔ خاندانِ بنی احمر کے جلی طغرے۔ اشعار و آیاتِ قرآنی۔ ہندسی اصول پر نقش و نگار۔ وہ نمایاں چیزیں ہیں جو اس عمارت میں پہنچ کر نگاہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ اور تخیلات انسانی میں ایک تلاطم پیدا کر دیتی ہیں اس قصر کی حسن و خوبی اور صناعوں کے کمالِ فن کو دیکھ کر اسے انسانی کام سمجھنے میں تامل ہوتا ہے۔ ایک شاعر اس کی ثناخوانی کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

کیا جنات نے آراستہ جس قصر شاہی کو ؛ بنایا جس کو گھر ہر رنگ کی نغمہ سرائی کا

نظر آتا ہے عالم خواب کا سارا طلسماتی	وہ الحمرا ہے نہیں جس کا کہیں ہمتا
سماں وہ بھی ہے تیرا دیکھنے کے لائق قابل	نہیں الفاظ میں جس کا بیان لطف آسکتا[2]

---

[1] تمدن عرب صہ ۲۶۹ [2] اخبار الاندلس جلد ۳ صہ ۱۱۷/۱۱۸ [3] تمدن عرب صہ ۲۶۸

سرزمینِ اندلس کے یہ تمام عالی شان قصور و محلات یا تو بالکل ناپید ہیں یا اس طرح مسخ کر دئے گئے ہیں کہ پہچانے بھی نہیں جاتے۔ یہیں لکھتا ہے کہ :۔

وحشیوں کے دستِ تظلم نے ان محلات کا نام تک مٹا دیا جن کی قطاریں وادی الکبیر کے کنارے اپنے حسن و خوبی سے دنیا کو متحیر کئے ہوئے تھیں۔ کلیسا کی دشمنی نے ان کی بنیادوں تک کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور ان کی ضد اور عداوت نے نہایت کد کے ساتھ ان تمام عظیم القدر مساجد کی خصوصیات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اس تباہی اور دشمنی کا ادنیٰ اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جس دارالحکومت میں سات سو بڑی مسجدیں تھیں وہاں صرف ایک "مسجد قرطبہ" مسلمانوں کی مرثیہ خوانی کر رہی ہے[۲]۔

ابن العربی ان تاریخی آثار کی ویرانی اور خستہ حالی پر اپنے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
"بہت سارے مکان جن کے کھنڈرات بغیر مکین کے ویران حالت میں ہر طرف ان پر پرندے نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔

میں نے ان میں سے ایک نوحہ خواں پرندے سے پوچھا جس کا دل درد سے بھرا ہوا تھا کہ تو جس چیز کو رو رہا ہے اور تجھے کیا شکایت ہے۔

کہا۔ میں اس زمانہ کو رو رہا ہوں جو گذر گیا اور واپس نہیں آئے گا[۳]۔

علامہ مقری کا بیان ہے کہ :۔

ایک بار وزیر حزم بن جہور کا شاہانِ بنی امیہ کی تعمیر کردہ عمارات کے کھنڈرات جو اپنے شایانِ ذی وقار کے نوحہ خواں تھے، پر سے گذر ہوا تو بے ساختہ زبان پر یہ اشعار آگئے ؎

قلت یوماً لدار قوم تفانوا   این سکانک العزاز علینا

میں نے ایک دن اس قوم کے مکانات دیکھے جو مٹ چکے ہیں۔ دریافت کیا تیرے مکین جو باعث فخر و عزت تھے کہاں گئے۔

فاجاب ھنا اقاموا قلیلاً   ثم ساروا ولست اعلم اینا[۴]

جواب دیا۔ تھوڑی دیر یہاں ٹھہرے پھر چل دئے نہ معلوم کس جانب

باوجودیکہ ان کی موجودہ حالت نہایت ہی پژمردہ ہے اور یہ ایک زمانہ عروج کی محض یادگاریں ہی رہ گئی ہیں۔ مگر یہ وہ یادگاریں ہیں کہ بالفرض ان عربوں کی ساری علمی اور عربی لٹریچر صفحۂ ہستی سے مٹ بھی جائے تو ان کی عظمت و شان کا اندازہ ان باقیات الصالحات سے پوری طرح ہو سکے گا[۱]۔

عباسی دور کے تعمیری آثار | عباسی خلیفہ منصور کا دور (متوفی ۱۵۸ھ ۷۷۵ء) آیا تو اس نے ۱۴۵ھ ۷۶۲ء میں شہر بغداد کی بنیاد ڈالی[۲]۔ دورانِ تعمیر روزانہ ایک لاکھ مزدور اور کاریگر مصروفِ کار رہتے تھے[۳]۔ اس شہر کا نقشہ خود

---

[۲] اخبار الاندلس صہ ۶۱۱/۶۱۲ [۳] عربی اشعار سے اردو ترجمہ نفح الطیب ج ا صہ ۶۴۲ [۴] ایضاً

منصور کے ذہن کی پیداوار تھا۔[۱] چونکہ مدور تھا۔ اس لئے "المدینۃ المدورہ" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

بغداد کی آبادی نہایت مرتب اور خوبصورت تھی۔ سڑکوں کے کنارے نہریں جاری تھیں اور ان کے کنارے مکانات تعمیر کئے گئے۔ شہر کے گرد دوہری سنگین شہر پناہ تھی جس میں چار پھاٹک تھے۔ بیرونی حملوں سے بچاؤ کی غرض سے ایک بڑی خندق کھودی گئی جو ہر وقت پانی سے بھری رہتی تھی۔ شہر کے اندر تیس مدرسے قائم کئے گئے۔ ہر مدرسہ کی عمارت ایسی عالیشان اور خوبصورت تھی کہ بڑے بڑے محلات شرماتے تھے۔[۲]

خلیفہ منصور کے بعد ولیعہد مہدی (متوفی ۱۶۹ھ ۷۸۵ء) نے بغداد سے باہر شہر رصافہ تعمیر کیا۔ ہارون الرشید (متوفی ۱۹۳ھ ۸۰۹ء) نے یہاں "رصافہ" کے نام سے ایک خوبصورت محل تعمیر کیا۔ خاندان برامکہ کا دور (۱۶۳ھ ۷۹ء تا ۱۸۶ھ ۸۰۲ء) آیا تو انہوں نے اس شہر کی شہرت کو دوبالا کر دیا۔ یہاں ایسے شاندار محل تعمیر کئے جو فن تعمیر کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔

اس دور کے قصور و محلات میں سے قصر ام حبیب اور قصر دار الخلافہ (یا قصر حسنی) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ موخر الذکر قصر کی چھت اور دیواروں کو جواہرات اور قیمتی پتھروں سے آراستہ کیا گیا تھا۔[۳]

معتز باللہ (متوفی ۲۵۵ھ ۸۶۸ء) کے دور میں ۲۵۵ھ ۸۶۸ء میں احمد بن طولون مصر کا حکمران ہوا۔ ابن طولون نے فسطاط کے باہر ایک خوبصورت شاہی کالونی بسائی۔ اس میں اس نے محلات۔ گھوڑ دوڑ کا میدان۔ چڑیا گھر۔ منڈیاں۔ حمام۔ اور شفا خانے بنوائے۔ یہاں پر اس نے ۲۶۳ھ ۸۷۶ء میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔ جو مسجد ابن طولون کے نام سے مشہور ہے۔ ان تمام عمارات میں اب صرف یہی جامع مسجد باقی رہ گئی ہے۔ ڈاکٹر حیام رچنڈ لکھتا ہے کہ اس کے بعض کمانوں پر ایک مخصوص دلچسپ و جاذب نظر نقش و نگار کیا گیا ہے جو اصول تزئین کے استعمال کا اولین معلوم نمونہ ہے اور مسلمان صناعوں نے اس سلسلہ میں غیر معمولی ذکاوت اور مہارت کا ثبوت دیا ہے۔[۴]

فاطمی دور ۲۹۶ھ ۹۰۹ء ۵۵۵ھ ۱۱۷۱ء کے تعمیری آثار	فاطمی خاندان ۲۹۶ھ ۹۰۹ء میں برسر اقتدار آیا۔ اور کم و بیش تین سو سال تک کامیاب حکومت کی۔ اس دور میں فن تعمیر کے میدان میں جو ترقی ہوئی وہ فاطمین کا ایک زرین

کارنامہ ہے اور بقول ارنسٹ ڈاکٹر حیام رچنڈ۔

اگر یہ خاندان نہ ہوتا تو اسلامی فن تعمیر کا پورا دور کچھ اور ہی ہوتا۔[۵]

---

[۱] التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ جلد ۳ ص ۲۰۴ [۲] تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی ج ۲ ص ۱۴۲ بحوالہ ابن جبیر اندلسی [۳] التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ ص ۲۰۹ [۴] اسلامی فن تعمیر ص ۱۱۰۔ عربوں کا فن تعمیر ص ۹۷، ۹۸ - [۵] اسلامی فن تعمیر از ڈاکٹر حیام - اردو ترجمہ ص ۱۱۰

فاطمی دور کے حکمرانوں نے صفحۂ ہستی پر اپنے بہت سے لازوال اور انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ جن میں سے مہدیہ۔ محمدیہ۔ صقلیہ کے محلات۔ شہر مازر۔ خالصہ۔ قاہرہ۔ جامع الحاکم۔ جامع الجیوش۔ بدر الجمالی۔ جامع صالح اور مقبرہ سیدہ رقیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں[۲]

مہدیہ کی تعمیر | ۲۹۶ھ ۹۰۹ء میں المہدی (متوفی ۳۲۲ھ ۹۳۳ء) قیروان میں خلیفہ ہوئے۔ ۳۰۳ھ ۹۱۵ء میں اس نے "مہدیہ" کی تعمیر شروع کی۔ یہ شہر چونکہ دولت فاطمیہ کی دفاع و حفاظت کی غرض سے بنایا گیا تھا اس لئے اس میں مضبوطی اور استحکام کا بہت زیادہ اہتمام کیا گیا۔ شہر کے گرداگرد ایک مضبوط فصیل بنائی گئی۔ جس میں ننے وزنی آہنی پھاٹک لگائے گئے جس کے ہر کواڑ کا وزن تقریباً ۱۰۰ قنطار تھا۔ شہر کے اندر سنگ مرمر کے بڑے بڑے عالیشان محلات۔ خوبصورت تالاب اور زمین دوز گودام تعمیر کئے گئے۔ یہ شہر پانچ سال کی مسلسل کوشش کے بعد درجۂ تکمیل کو پہنچا[۳]

شہر بلرم | یہ شہر جزیرہ صقلیہ کا شیرازہ تھا۔ اس کی محلہ وار تقسیم ہر ہر حصہ کا جداگانہ انتظام۔ سرکاری عمارات ہر صیغہ کے جداگانہ دفاتر۔ مرمریں اور سنگ رخام کی کشادہ سڑکیں۔ پر رونق بازار۔ آرام دہ حمام اور دلفریب سیرگاہیں یہاں کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ اس شہر کے مکانات ریختہ پتھروں کے تھے جن کے جوڑ نہایت احتیاط اور مہارت سے ملائے گئے تھے[۴]

اس کے علاوہ جزیرہ صقلیہ کی دو مشہور یادگاریں ضیزہ اور قبہ جن کا زمانہ تعمیر دسویں صدی عیسوی ہے یہ نہ صرف محل تھے بلکہ جنگی ساز و سامان سے آراستہ مضبوط اور مستحکم قلعے بھی تھے۔ ان کی دیواروں کی تعمیر میں نکیلی محرابوں سے کام لیا گیا تھا۔ اس کی آرائش سادہ اور نہایت خوبصورت تھی۔ اور اندلسی عمارات کی طرح قلمی آرائشوں سے مزین تھے[۵]

۳۵۸ھ ۹۶۸ء فاطمی جرنیل جوہر بن عبداللہ نے فسطاط کو فتح کیا۔ ۳۵۹ھ ۹۶۹ء میں اس نے "قاہرہ" کی داغ بیل ڈالی اس کی شہرت اور اہمیت اتنی ہے کہ آج بھی اس کو مصر کا دار السلطنت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قاہرہ میں جوہر نے ایک مسجد بنوائی جو بعد میں جامعہ ازہر کے نام سے موسوم ہوا۔ فاطمی دور سے لے کر آج تک اس میں بہت سی ترمیمیں ہوتی رہی ہیں۔ جب العزیز (متوفی ۳۸۶ھ) کا دور آیا تو اس نے اس مسجد کو عبادت گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کے مقاصد کے لئے بھی استعمال کرنا شروع کیا۔ اس کی دیواروں پر استرکاری کی گئی تھی۔ اور آرائش کے لئے کتبوں اور دیگر

---

[۲] تاریخ دولت فاطمیہ از رئیس احمد جعفری مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور ص ۴۱۴، ۴۴۲

[۳] تاریخ اسلام از جسٹس امیر علی مطبوعہ جاوید پریس کراچی ص ۴۲۱ [۴] تاریخ دولت فاطمیہ۔ از رئیس احمد جعفری ص ۴۲۱

[۵] ایضاً

نقش و نگار کے سامان کا استعمال کیا گیا تھا۔[۱]

شہر قاہرہ کے مشرقی حصہ میں خلیفہ المعز (متوفی ۴۸۷ھ / ۱۰۹۴ء) کا محل واقع تھا جس کا نام "قصر الکبیر الشرقی یا قصر المعزی" تھا۔ محل میں بارہ گنبد دار ایوان تھے۔ محل کے دس پھاٹک تھے ہر پھاٹک پر فوج کا ایک دستہ متعین تھا ہر دستہ میں پانچ سو سپاہی پیدل اور پانچ سوار ہوتے۔ محل کے بارہ ہزار خدمت گار تھے۔ اس محل سے ایک زمین دوز راستہ ایک دوسرے عالیشان محل کی طرف جاتا تھا۔ جو دریائے نیل کے کنارے شہر کے مغربی حصہ میں واقع تھا اور جسے "قصر المغربی" یا "قصر البحر" کہتے تھے۔ شہر کے اندر اور باہر اور بھی کئی محل اور مکان موجود تھے۔ جن کی پچی کاری اور گل کاری چین کے نقش و نگار کو مات کرتی تھی۔ اور کندن کی جھلک ستاروں سے چشمک زنی کرتی تھی۔ امیروں کے مکانات اگرچہ رقبہ میں شاہی محلات سے کم تھے مگر کاری گری اور مہارت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ یہاں چار خوبصورت جامع مساجد تھیں جن کی شان و شوکت دیکھ کر آنکھیں کھل جاتی تھیں۔ شہر کے خوبصورت باغات کے مناظر۔ ان کے گرد اگرد مکانات کی قطاریں ہوشمند اور طرار سیاحوں کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی تھیں۔[۲]

خاندانِ مملوک کے حکمرانوں کی تعمیری یادگاریں

دولتِ فاطمیہ کے بعد مملوک خاندان کا دور (۶۴۸ھ / ۱۲۵۰ء ۹۲۳ھ / ۱۵۱۶ء) آیا۔ اس دور کی تاریخی یادگاروں میں سے ایک قابلِ ذکر یادگار قلاون کا مقبرہ ہے۔ اراسٹ ٹارشیام اس کی خوبصورتی اور صناعی کے بارے میں لکھتا ہے کہ

دیواروں کا زیریں حصہ مرمر کے حاشیہ اور پچی کاریوں سے پٹا ہوا ہے۔ اس میں رنگین مرمر اور سیپ کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں۔ مصر میں اس قسم کی پچی کاری کی یہ اولین مثال ہے۔ یہاں پر یہ پچی کاری اتنے کمال اور خوبی کے ساتھ استعمال کی گئی ہے کہ بعد کے ادوار میں اس سے اچھی کوئی مثال نہیں ملتی۔[۳]

اس دور کی دیگر عمارات میں سے الناصر اور اس کے بیٹے حسین کے قائم کردہ مدرسے اور مقبرے۔ جن میں مقبرہ برقوق اور مقبرہ قایت بائی قابلِ ذکر ہیں۔[۴] موخر الذکر دونوں مقبرے قاہرہ کے سامنے ایک میدان میں ہیں۔ ان کے منظر کی دلفریبی اور خوبصورتی کے بارے میں لیبان لکھتا ہے کہ:۔

ان کا مجموعی منظر اس قدر شاندار ہے کہ میں نے ایسا شاندار کوئی مقام نہیں دیکھا۔[۵]

قایت بائی کا دور عہدِ مملوک کا تتمہ اور اس کا مقبرہ اس عہد کی ایک عظیم الشان یادگار ہے۔ صاحب تمدن عرب کا بیان ہے۔ اس کا گنبد قابلِ دید ہے اس کے اندر نہایت عمدہ نسخی گل بوٹوں کی جالیاں منبت کی ہوئی ہیں۔ اس کی دوسری قابل

۱؎ اسلامی فن تعمیر ص ۱۶۵ ۲؎ تاریخ اسلام از امیر علی ص ۵۵۵ ۳؎ اسلامی فن تعمیر ص ۱۹۲-۱۹۳ ۴؎ ایضاً ص ۱۹۸-۲۰۴ ۵؎ تمدن عرب ص ۲۲۵

دید چیز اس کا تین درجوں والا مینار ہے جس پر بے انتہا کندہ کاری کی گئی ہے۔ اور یہ گویا تعمیر عرب کی ترقی کی انتہا ہے۔ اس مینار کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے کس صناعی کے ساتھ پتھر چھجوں، طاقچوں اور کٹہروں کو اس میں استعمال کیا ہے۔ اور مینار کو دیوار سے بہت اونچا لے گئے ہیں جس سے اس میں بمقابل مربع یا مدور برج کے بہت زیادہ خوبصورتی آگئی ہے[1]

سرزمین ایران اور مسلمانان عرب کی یادگاریں

ایران کی فتح اوائل سن ہجری میں ہوئی۔ اصفہان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت ۲۵ھ ۶۴۵ء میں لیا گیا۔ تین صدیوں تک یہ ملک خلفائے اسلام کے تحت حکومت رہا۔ اس کے ایران میں کئی خود مختار حکومتیں یکے بعد دیگرے قائم ہوتی گئیں۔ ان متواتر انقلابات اور فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب مسلمانوں اور ساسانیوں کی پرانی یادگاریں ملک سے مٹ گئیں۔ صرف اصفہان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی نہایت انحطاط کی حالت میں ہے[2]

عہد ساسانیہ کی یادگاریں محض کھنڈروں کی حالت میں ہیں اور زمانہ ابتدائے خلافت کا بھی اکثر عمارتوں کا یہی حال ہے۔ ایران کی اکثر عمارتیں تیرھویں صدی عیسوی یعنی شاہ عباس کے زمانہ میں تعمیر ہوئیں۔ یہ عمارات بیّن طور پر عربی عمارتوں سے علیحدہ ہیں۔ اور اگر کوئی مشابہت ہے تو صرف نقش و نگار اور آرائشوں میں ہے[3]

ہندوستان میں عرب مسلمانوں کے تعمیری آثار

ہندوستان میں عربوں کی سب سے قدیم عمارتیں جو بارھویں صدی عیسوی کے اواخر میں تعمیر ہوئیں۔

۱۔ قطب صاحب کی مسجد۔ یہ مسجد دہلی کے قریب ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ء میں بنی۔ اب خستہ حالت میں ہے۔

۲۔ قطب صاحب کی لاٹ۔ یہ لاٹ قطب الدین کے وقت بنی اور ہندوستان میں منجملہ عجائبات کے سمجھی جاتی ہے۔[4] اس کی شان اور خوبصورتی کا بیان الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی مثل تمام عالم میں نہیں ہے[5]

جس حصار کے اندر قطب صاحب کی مسجد اور لاٹ واقع ہیں اس میں علاؤ الدین کا مشہور یادگاری دروازہ بھی ہے۔ جسے اس نے ۷۱۰ھ ۱۳۱۰ء میں تعمیر کیا۔ نہایت ہی خوبصورت عمارت ہے۔ اور مسلمانوں کی فن تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ آج عربوں کی یادگاروں میں اس عمارت سے عمدہ کوئی عمارت نہیں ہے[6]

علاؤ الدین کا دروازہ جس قدر عظیم الشان ہے اسی قدر اتنا ہی مضبوط اور مستحکم ہے۔ اندلس کی اینٹوں کی جگہ یہاں پتھر استعمال کئے گئے ہیں اور پتھر کے ترشے ہوئے گل بوٹے قطر بحر کے سادہ مسالہ کا کام دیتے ہیں[7]

---

[1] تمدن عرب صہ ۲۲۵ [2] ایضاً صہ ۱۲۸ [3] ایضاً صہ ۴۹۸ [4] ایضاً صہ ۱۸۵ [5] ایضاً [6] ایضاً صہ ۱۸۶ [7] تمدن عرب صہ ۱۸۶

الغرضیکہ مسلمانانِ عرب نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اپنے عظیم بالشان کاموں کو گویا عمارات کے حروف سے لکھا اور اپنی تاریخ الٰہی کتب میں چھوڑ گئے۔ وہ اپنی شان و شوکت اور دین و مذہب کا نقش مستقل صفحۂ دنیا پر چھوڑ گئے۔ ان کے محلات و قصور ان فنون کی دائمی یادگاریں ہیں۔ جو صلح و امن کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ یہ عمارتیں نہیں بلکہ قومی جوہر، محنت و مشقت اور ترقی و تہذیب کے درخشاں آفتاب ہیں[۱]۔

مسلمانانِ عرب کے بسائے ہوئے شہروں، عمارتوں اور تعمیر کئے ہوئے محلات و قصور کی فہرست بہت لمبی ہے۔ ہم نے اس مقالہ میں جن عمارات کا ذکر کیا ہے" ان میں سے اکثر کے پورے بیان کے لئے کم از کم ایک جلد کی ضرورت ہے۔ دراصل یہاں تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف چند اہم عمارات کے تذکار اور محققین فن کی آراء کے ذریعے ۔۔ تو حدیث مفصل بخوان ازیں مجمل ۔۔ کا پیغام دینا مقصود ہے اور بس۔

مسلمانانِ عرب کے فنِ تعمیر کی خصوصیات

اقطارِ عالم میں مسلمانوں کی بہت سی عمارتیں بطور یادگار موجود ہیں۔ جو پائیداری، مضبوطی حسن و خوبی اور شان و شوکت ہر لحاظ سے ممتاز ہیں۔ ان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ہر جگہ ان پر عربی طرزِ تعمیر کا رنگ غالب ہے۔ لیبان لکھتا ہے کہ:

انہوں نے ہندوستان میں ہندوؤں سے۔ ایران میں فارسیوں سے اور اندلس میں مشرقیوں سے تعمیر کے خیالات اخذ کئے۔ لیکن ان کی عمارات کی مجموعی طرز عربی ہی رہی[۲]۔

الیس پی سکاٹ لکھتا ہے:۔

جو عظیم الشان مسجد عبدالرحمٰن نے بنائی شروع کی تھی وہ بیشتر اس مسالے سے بنی تھی جو زمانہ قدیم کی یادگار تھا۔ مگر عربی فن عمارت کسی چیز میں بھی رومۃ الکبریٰ کے شاندار آثار کا شرمندہ احسان نہیں ہوا۔ ان عمارات کی خوبصورتی اور موزونیت انہیں بہت پسند آئی۔ مگر انہوں نے نقال بننا پسند نہیں کیا۔ بلکہ یہ چاہا کہ وہ ایسی عمارتیں بنائیں جو ان کے مقابلہ کی ہوں۔

اہرام مصر کی عظمت و جلالت۔ ایرانی محلات کی نہایت خوبصورت سنگین پیشانیوں کی خوبصورتی۔ یونانی مندروں کی شاندار کل و صورت اور روم کی یادگاری محرابیں بے شک اہل عرب کے دل کو مرعوب کرتیں۔ مگر ان سب نے ان کے جوشیلے دل و دماغ اور غیور فطرت پر بہت ہی کم اثر ڈالا[۳]۔

مضبوطی اور پائیداری

کہا گیا ہے کہ عربوں کی عمارتوں میں استحکام نہیں۔ بعض کی نسبت یہ قول البتہ درست ہے

---

[۱] اخبار الاندلس جلد ۳ صـ ۹۲۰ [۲] تمدن عرب صـ ۲۰۲ [۳] اخبار الاندلس ج ۳ صـ ۸۹ [۴] تمدن عرب صـ ۱۹۹

لیکن سب عمارتوں پر یہ صادق نہیں آتا۔ کیونکہ جب انہیں استحکام منظور ہوتا تو وہ بہت پائیدار عمارتیں بنانے کی قابلیت رکھتے تھے۔ صقلیہ کے سیدھے سادے قصر جن پر صدیاں گزر گئی ہیں۔ ہر قسم کی بدسلوکیاں جھیل چکے ہیں۔ الحمرا بھی باوجود اپنی نزاکت کے اب تک قائم ہے[1]

اندلسی مسلمانوں کی تمام عمارات کی خصوصیات ان کی مضبوطی ہے۔ باوجودیکہ صدیاں گزر چکی ہیں اور اس عرصہ میں اس قدر نہب و غارت ہوئی ہے کہ وہ انہیں عمارت کو برباد ہو گا۔ مگر ان پر زیادہ اثر نہیں پڑا۔ اس کی وجہ ان کی بنیادوں کی مضبوطی ہے۔ نہ معلوم کتنی حفاظت اور صنعت ان بنیادوں پر کی ہو گی۔ جس کے نتیجے میں بہت سی عمارتیں ایسی ہیں جن کی کلانی اور مضبوطی آگے کو نکلے ہوئے پشتوں، بلند و بالا برج اور خوبصورت مورچوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کسی امیر کے پرتکلف محل یا خدائے رحمٰن و رحیم کی عبادت گاہ ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارتیں کسی جنگی ضرورت کے پیش نظر تعمیر ہوئی ہیں[2]

مینار | مینار جو ہر مسجد پر ہوا کرتے ہیں ان کی شکل بلحاظ مختلف ممالک کے مختلف رہی ہے اور ہر ملک میں ایک خاص وضع ہے۔ ایران میں مخروطی ہیں۔ اندلس اور افریقہ میں مربع۔ روم میں گول اور اوپر سے مخروطی اور مصر میں ہر ایک منزل مختلف صورت کی ہے۔ مصر کے اکثر مینار علی الخصوص مسجد قایت بائی کے مینار فی الواقع عجائبات سے ہیں اور کسی چیز سے عربوں کی ذکاوت اور صناعی اس قدر نہیں جھلکتی کہ ان مختلف رنگ ڈھنگ کے میناروں سے[3]

گنبد | گنبدوں کی شکل بھی بلحاظ اختلاف ملک مختلف ہے۔ گنبدوں میں جو خاص بات عربوں نے پیدا کی وہ ان گنبدوں کا اوپر سے پتلا اور نیچے سے دبا ہونا ہے[4]

آرائشی طاقچے | طاقوں میں قلمی آرائشوں کا استعمال کرنا خاص عربوں کا طرز ہے۔ اور اس وقت کسی اور قوم کی تعمیر میں یہ ایجاد نہیں پائی گئی[5]

نسخی گل کاریاں اور کتبے | نسخی گل کاریاں اور کتبے عمارات عرب کی آرائشوں کی ایک خاص خصوصیت ہے۔ ان آرائشوں میں اشکال، ہندسی اور کتبوں کی ہم آغوشیوں سے کچھ ایسی صورتیں بنائی گئی ہیں جن کا بیان الفاظ میں نہیں ہو سکتا اور مصور کا قلم ہی ان کو ادا کر سکتا ہے۔ ان میں عربی حروف کا بہت بڑا حصہ ہے اور یہ نہایت خوبصورتی سے نسخی گل کاریوں میں گھل مل جاتے ہیں[6]

کتبوں میں اکثر آیات قرآنی ہیں۔ اور زیادہ تر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خود عربی حروف اس درجہ خوبصورت ہیں کہ از منہ متوسط اور نشاۃ ثانیہ کے بناؤں نے ان نمونوں کو جو ان کے ہاتھ لگے، محض آرائش سمجھ کر

---

[1] تمدن عرب صد ۱۸۱ [2] اخبار الاندلس ج ۳ صد ۹۳ [3][4][5] تمدن عرب صد ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴ [6] ایضاً صد ۴۸۴ تا ۴۸۶

نقل کر دیا ہے۔[1]

مسلمانانِ اندلس نے عمارتی زیبائش کے لئے جتنی ترکیبیں استعمال کی ہیں ان سب میں زیادہ دل پسند اور ازروئے تنظیم واسلوب و لطافت بہترین چیز عربی حروف و عبارات ہیں۔ زینت تعمیر کے لئے عربی حروف ایسے موزوں ہیں کہ ہسپین اور اٹلی کے صناعوں نے ان کو اختیار کر لیا۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اصل میں یہ کیا چیز ہے۔ نہ وہ اس کے معنی جانتے تھے انہوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ بھی زخرفۃ العرب کا کام ہے، اکثر اپنی مذہبی عمارتوں میں اس سے کام لیا۔ اور آیات قرآنی کلیساؤں میں جا داخل کیں۔

کہتے ہیں کہ سینٹ پیٹر کے سب سے عالیشان گرجا کے سرکشیدہ پھاٹک پر اب بھی قرآنی آیات نظر آتی ہیں۔

بقول ایک فرانسیسی مصنف کے یہ ایک نہایت نادر اتفاق ہے کہ عیسائیوں کے سب سے بڑے معبد تثلیث کے سرچشمے۔ مذہب کیتھولک کے ملجا و ماوٰی اور "خلیفۃ المسیح فی الارض" کے قلعہ معلیٰ پر مسلمانوں کا وہ کلمہ نظر آتے جو خدا واحد کی تصدیق اور سرور انبیاء، رسولِ اصفیاء، ہادی صراط مستقیم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتا اور سکھاتا ہو۔[2]

اسلامی عمارات میں دیکھنا یہ چاہیئے کہ سادگی کے ساتھ حسن پیدا کرنے کے لیئے فن کاروں نے کون کون سے طریقے اختیار کئے۔ ان میں نہ عورتیں ہیں نہ تصویریں نہ دیویوں کے دلربا چہرے اور نہ دیوتاؤں کے ٹھاٹھ باٹھ مگر اس کے باوجود تعمیر میں دلکشی اور دلفریبی ہر قدم پر نمایاں ہے۔[3]

رنگین آرائش | عربوں کی فطرت صناعی نے رنگین عمارتوں کو سفید عمارتوں پر ترجیح دی اور ان کی نقشی گل کاریوں میں رنگ آمیزیاں نہایت عمدگی اور خوش سلیقگی سے کی گئی ہیں۔[4]

ستون اور ان کے پیر کلے | ستون اور ان کے پیر کالوں (راس العمود) پر بھی عربوں نے اپنی صنعت کی وہ خاص مہر لگا دی ہے جیسے وہ ہر چیز پر لگا دیتے تھے مثلاً قصر الحمراء کے بیت الاسود کے ستون خاص عربوں کی ایجاد ہیں۔[5]

محرابیں | انگلی اور پھیلی ہوئی محرابیں قدیم تعمیر عرب کی خصوصیات میں سے ہیں۔ محرابوں کے پھیلے پن سے قوس میں ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے[6] عمارات کی مضبوطی اور زیب و زینت کی خاطر کسی صناع نے محرابوں سے اتنا کام نہیں لیا۔ جتنا کہ مسلمانوں نے[7] اور بالخصوص اندلس صناعوں نے اس میں اپنے فن کا کمال دکھایا ہے۔[8]

سفالی گل کاری | سفالی گل کاری میں دعرب مسلمانوں کی اولیت ایسی مسلمہ ہے کہ اس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ ان

۱؎ تمدن عرب صفحہ ۴۸۹ ۲؎ اخبار الاندلس جلد سوم صفحہ ۶۲۲ ۳؎ اسلامی آرٹ اور فن تعمیر از ارنسٹ کوھنل صفحہ ۴۲ ۴؎ تمدن عرب ۴۸۶
۵؎ ایضاً صفحہ ۴۸۲ ۶؎ ایضاً ۷؎ اخبار الاندلس ج ۳ صفحہ ۵۹۳

تخیلات صنعتی کسی کے پابند نہ تھے ان کے جوہر اختراع و ایجادات کے ثبوت دیواروں اور ستونوں پر اس طرح کندہ ہیں کہ یورپ اور ایشیا کے نقادان تعمیر انہیں دیکھ کر نقش حیرت بن کر رہ گئے ہیں[1] مسجد قرطبہ کی محراب کی پچی کاری کا بیان کرتے ہوئے ایس پی سکاٹ لکھتا ہے کہ

اس میں شک نہیں کہ پچی کاری کے نقشے صناعانِ عرب ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان کا ذہن رسا کا اس غیر معمولی قابلیت سے ظاہر ہوتا ہے جو ان لوگوں نے ایسے فن میں حاصل کیا تھا جس سے پہلے وہ ناآشنا تھے اور جسے انہوں نے نہ صرف اپنے ہاتھ سے کر دکھایا، بڑھایا اور سینکڑوں صورتیں پیدا کیں بلکہ بازنطینی دل و دماغ کے نکلے ہوئے جواہر پاروں سے فوق لے گئے[2]

مسالہ تعمیر | عربوں کی تعمیر کا مسالہ بلحاظ اختلاف ملک اور اختلاف عمارات مختلف ہے پہلے انہوں نے اینٹیں استعمال کیں لیکن اس کے بعد ضیرا اور قوبع کے قصور اور مسجد حسن (قاہرہ) میں پتھر استعمال کئے۔ انہوں نے اکثر اور علی الخصوص اندلس میں ایک قسم کے مرکب مسالہ سے کام لیا جس میں چونا، ریت، مٹی اور چھوٹے چھوٹے پتھر ملے ہوتے تھے۔ اور جو ترکیب پانے کے بعد مثل ترشے ہوئے پتھر کے مضبوط ہو جاتا تھا[3] یہ مسالہ کم محنت کے باوجود بیک وقت رنگینی، مضبوطی اور خوبصورتی سب کا مجموعہ ہوتا تھا[4]

دیواروں کی سجاوٹ | دیواروں کی سجاوٹ میں اہل عرب بالکل فرد واحد ہیں اور اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ عام طور پر ان کی عمارات کا بیرونی حصہ بالکل سادہ ہوتا تھا مگر اندرونی حصہ میں صناع اپنے تخیل کا کمال خرچ کر کے وہ لطف و حسن پیدا کر دیتا تھا کہ جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے[5]

عربی دیواری سجاوٹ میں سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت گچ کے کام کی ہے[6]

چونکہ مسلمان بڑی حد تک ذرائع تصاویر حیوانی کے کام میں لانے سے معذور ہیں اس لئے انہوں نے بے بدل صنعت کے ساتھ تمام ہندسی صورتوں سے کام لے کر عالم نباتات بطور نمونہ زیبائش و آرائش کے لئے اپنے سامنے رکھا۔ تمام مناظر قدرت۔ اشیاء غیر ذی روح۔ ستارہ ہائے آسمان۔ بحری طیور نے تعمیری زیبائش کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ان کو سامنے رکھ کر مسلمانوں نے وہ شاندار حسن و لطافت پیدا کی کہ باید و شاید[7]

منقش کھڑکیوں کا استعمال | منقش کھڑکیاں لگانے میں غیور مسلمانوں نے بہت بخل سے کام لیا ہے۔ مگر جتنی بھی لگائی ہیں منقش ہیں۔ اور ان پر ایسی سحر کاری کی ہے جو انہی کا حصہ ہے جو منقش شیشے ان کھڑکیوں میں استعمال کئے

(باقی صـ ۹۶ پر)

[1] تمدن عرب صـ ۶۰۱ [2] اخبار الاندلس ج ۳ صـ ۶۰: [3] تمدن عرب صـ ۴۰۴ [4] اخبار الاندلس ج ۳ صـ ۹۷ [5] ایضاً صـ ۶۰۲ [6] ایضاً

جناب خسروی صاحب کراچی

اقبالؔ و خمینی
میں
فکری ہم آہنگی

(یہ مضمون ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ گو اس پر اظہار رائے اور اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے)

---

۳۰ جون ۱۹۸۰ء کو تہران ریڈیو سے نشر شدہ حضرت خمینی کی جس تقریر کا اقتباس کراچی کے ماہنامہ "بینات" کے شمارہ بابت شوال ۱۴۰۰ھ کے صفحہ ۴۳ پر نقل کیا گیا ہے۔ وہ دراصل ہمارے ہی شارح اسلام و مفکر دین علامہ اقبال کی صدائے بازگشت ہے جو اس فلسفۂ ارتقائے انسانی کی توضیح اب سے تقریباً ۶۰ برس قبل غیر مبہم الفاظ میں فرما چکے ہیں جس سے ہر وہ شخص واقف ہے جس نے علامہ کے اس طویل مکتوب کا غائر مطالعہ کیا ہے جو انہوں نے پروفیسر نکلسن کو فلسفۂ خودی سمجھانے کے لئے بھیجا تھا۔ اور جسے پروفیسر مذکور نے "اسرار خودی" کے انگریزی ترجمہ کی ابتدائی اشاعت ۱۹۲۱ء کے آغاز میں شائع کر دیا تھا۔ لہٰذا "الفضل للمتقدم" کے اصول سے اس حقیقت کے انکشاف کا سہرا تو ہمارے مفکر و مفسر قرآن و حدیث کے سر پہلے ہی بندھ چکا ہے۔ اور اب حضرت خمینی نے جو کچھ اس تقریر میں ارشاد فرمایا ہے وہ اسی نتیجۂ فکر اقبالؔ کی مزید وضاحت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ بلا ریب یہ ہمارے لئے باعث فخر و ابتہاج ہے کہ ہمارے فیلسوف اعظم کی فکری و قولی توثیق ایران کے اس بطل عظیم نے بھی کی جو دونوں میں فکری و نظری ہم آہنگی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

علامہ اقبال کے اس محولہ بالا انگریزی مکتوب کا ترجمہ اردو میں انہی کے ایک عقیدت مند اور تلمیذ خاص پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب نے، علامہ کے حین حیات ہی، ۱۹۳۲ء میں کیا تھا۔ جو دوبارہ "فلسفۂ اقبال" کے عنوان سے لاہور کے ماہنامہ "میثاق" کے خصوصی شمارہ اقبال نمبر بابت دسمبر ۱۹۷۷ء کے صفحات ۱۳ تا ۸۱ پر شائع ہوا تھا۔ اس مراسلہ میں علامہ نے فلسفۂ خودی کی توضیح و تشریح فرماتے ہوئے خمینی صاحب کی اس حالیہ تقریر کے موضوع کے سلسلہ میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا اس کا خلاصہ، اس مکتوب کے محولہ صدر ترجمہ سے اقتباسات کے مطابق یہ ہے کہ:-

۱۔ اگرچہ جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے انسان ایک مستقل بالذات مرکز ہے **لیکن ابھی تک فرد کامل کے مرتبہ**

کو نہیں پہنچا۔" (صہ ۱۵ سطور ۴ تا ۶)

۲۔ نیابت الٰہی دنیا میں انسانی ارتقا کی آخری منزل ہے جو شخص اس منزل پر پہنچ جاتا ہے وہ اس دنیا میں خلیفۃ اللہ ہوتا
ہے۔ وہ کامل خودی کا مالک اور انسانیت کا منتہائے مقصود اور روح اور جسم دونوں کے لحاظ سے حیات کا بلند ترین مظہر
ہوتا ہے یعنی اس کی زندگی میں آکر حیات اپنے مرتبہ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ کائنات کے پیچیدہ مسائل اس کی نظر میں
سہل معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اعلیٰ ترین قوت اور برترین علم، دونوں کا حامل ہوتا ہے۔ اس کی زندگی میں فکر و علم، جبلت و
ادراک سب یکجا ہو جاتے ہیں۔ چونکہ وہ سب سے آخر میں ظاہر ہوگا، اس لئے وہ تمام صعوبتیں جو انسانیت کو
ارتقائی منازل طے کرنے میں لاحق ہوتی ہیں برمحل ہیں۔ اس کے ظہور کی پہلی شرط یہ ہے کہ بنی نوع آدم جسمانی اور روحانی دونوں
پہلوؤں سے ترقی یافتہ ہو جائیں **فی الحال اس کا وجود خارج میں موجود نہیں ہے**۔" (صہ ۱۸ سطور ۶ تا ۱۶)

۳۔ زمین پر خدا کی بادشاہت کے یہ معنی ہیں کہ یہاں یکتا افراد کی جماعت جمہوری رنگ میں قائم ہو جائے ان کا صدر اعلیٰ وہ
شخص ہوگا جو ان سب سے فائق ہوگا اور **اس کا نظیر دنیا میں نہ مل سکے گا**۔" (صہ ۱۸ سطور ۱۹ تا ۲۱)

مندرجہ بالا حوالہ جات جو قوسین میں دیئے گئے ہیں محولہ بالا شمارہ "میثاق" کے صفحات و سطور کے ہیں۔

ہم کیونکہ علامہ کے اس دعویٰ کو صمیم قلب سے تسلیم کرتے آئے ہیں جو کچھ انہوں نے نثر و نظم میں کہا اور لکھا وہ بجز
قرآن و حدیث کی تشریح و توضیح اور کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی منقولہ صدر تحریر کی صداقت میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں
کر سکتے کہ بقول ان کے از آدم تا ایں دم کاروانِ انسانیت جادۂ ارتقا پر ہی گامزن ہے۔ اور ہنوز اس جسمانی و روحانی
ارتفاع تک نہیں پہنچ پایا جس کے فطری نتیجہ میں کوئی ایسا فرد بشر پیدا ہو سکتا جو نیابت الٰہی کا مستحق، کامل خودی کا مالک
انسانیت کا انتہائے مقصود اور روح و جسم دونوں کے اعتبار سے حیات کا بلند ترین مظہر اور خلیفۃ اللہ ہو سکتا۔ یعنی اس
کی زندگی میں آکر حیات اپنے مرتبہ کمال کو پہنچ جاتی۔ کائنات کے پیچیدہ مسائل اس کی نظر میں سہل معلوم ہوتے، جو اعلیٰ
ترین قوت اور برترین علم دونوں کا حامل ہوتا اور اس کی زندگی میں فکر و علم اور جبلت و ادراک سب ایک ہو جاتے۔
علامہ کی مومنانہ بصیرت اور عارفانہ فکر پر یقین رکھتے ہوئے ہم ان کے اس اجتہادی و الہامی انکشاف پر بھی شک
نہیں کر سکتے۔ کہ مذکورہ بالا دہی اوصاف کے حامل کسی شخص کا وجود فی الحال خارج میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ظہور
سب سے آخر میں صرف اس وقت ہو سکے گا جب روئے زمین پر محض ایسے افراد کی ایک جماعت جمہوری رنگ
میں قائم ہو جائے گی جن میں سے ہر ایک بہمہ وجوہ یکتا و منفرد ہوگا۔ اور ان افراد کی اس جمہوری جماعت کا، بوجہ
فائق ترین اور بے نظیر ہونے کے وہ شخص صدر ہو سکے گا۔ علامہ کے اس فلسفہ سے یہ بھی انکشاف ہوا کہ پہلے
صالحین و فائقین کی جماعت جمہوری طریقہ پر قائم ہو جاتی ہے تب کوئی مصلح ظاہر ہوتا ہے نہ کہ پرانے نظریہ کے
مطابق جب گمراہوں اور معصیت کاروں کی کثرت ہو جاتی ہے تب خدا کوئی مصلح پیدا کرتا ہے۔ یہ علامہ کے مفکرانہ

اجتہاد کا معرکۃ الآرا منفرد انقلابی انکشاف تھا۔

اسی فلسفہ اور نظریۂ اقبال کی تائید واضح انداز میں فرماتے ہوئے آقا خمینی صاحب نے بھی یہ فرمایا ہے کہ :-

" اب تک سارے رسولؑ، جن میں حضرت محمدؐ بھی شامل ہیں دنیا میں عدل وانصاف کے اصولوں کی تعلیم کے آئے لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حتیٰ کہ نبی آخر الزماں حضرت محمدؐ بھی جو انسانیت کی اصلاح اور مساوات قائم کرنے آئے تھے اپنی زندگی میں نہ کر سکے۔ وہ واحد ہستی جو یہ کارنامہ انجام دے سکتی ہے اور دنیا سے بدیانتی کا خاتمہ کر سکتی ہے امام مہدی کی ہستی ہے اور وہ مہدیؑ موعود ضرور ظاہر ہوں گے۔"

تو یہ وہی بات ہے جو ہمارے علامہ نے اپنے محولہ صدر مکتوب میں نکلسن کو لکھی تھی۔ البتہ علامہ نے اس متوقع بے نظیر و بے مثیل، کامل ترین انسان اور خلیفۃ اللہ کے تشخص کا اظہار نہیں فرمایا تھا جسے اب حضرت خمینی نے مہدی موعود بنا کر مشخص فرما دیا۔ باقی سب کچھ انہوں نے بھی اپنی تقریر کے اس پیراگراف میں تصریحاً وہی ارشاد فرمایا ہے جو علامہ نے کنایتہً نکلسن کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی تھی۔

اس متوقع زبدۂ انسانیت مجمع جملہ اوصاف جسمانی و روحانی و حامل جمیع قوتے داخلی و خارجی فرد بے مثیل کے لئے حضرت خمینی کا انتظار اور اس کے لازمی ظہور اور نتیجتہً دنیا میں قیام عدل وانصاف اور اصلاح انسانیت و قیام مساوات پر ان کا بالیقین محکم بھی ہمارے علامہ ہی کی فکر کی تصدیق ہے۔ جو ہمارے لئے یقیناً موجب افتخار و ابتہاج ہے۔ گویا کہ اسی اکمل الکملاء، مظہر حیات کامل اور نائب الٰہی کے ظہور کے منتظر آج خمینی صاحب بھی ہیں جس سے ہمارے علامہ نے اوائل بلوغ فکر ہی میں "حقیقت منتظر" کہہ کر خطاب کرتے ہوئے " لباس مجاز" میں آنے کی التجا کی تھی۔ اور پھر " شہسوار اشہب دوراں بیا" کی صدا لگائی تھی۔ ابلق ایام کے اس متوقع شہسوار کے لئے علامہ کے عشق اور تڑپ اور اس کے ظہور کے لئے بیقراری و اضطراب کا اگر مزید اندازہ کرنا ہو تو ان کی تحریروں میں بکھرے ہوئے بہت سے شواہد مل جائیں گے۔ جو ادارہ معارف اسلامیہ (لاہور) نے اپنے شائع کردہ " ہفت مقالات" میں بڑی خوبی سے جمع کر کے اقبال فہمی میں سہولت کے لئے پیش کر دئیے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت خمینی کی محولہ صدر تقریر کا اقتباس ان کی اور ہمارے علامہ کے مابین فکری ہم آہنگی اور نظری یک جہتی کا واضح اور ناقابل تردید ثبوت اور ہر دو ممالک کے ان دو مفکروں کے درمیان اتحاد ذہنی کی دلیل ہے۔

ہاں خمینی صاحب کے فرمودات کی کوئی جہت اگر محل نظر ہو سکتی ہے تو وہ ان کی اپنے متبعین و مقلدین کو مسلح اقدامات کی تعلیم و تلقین ہے۔ کیونکہ جب تک امام دوازدہم سرمن رائے کی خلوت سے قرآن مستور بدست جلوت میں تشریف نہ لائیں یا مہدی موعود حجلۂ غیب سے منصۂ شہود میں جلوہ فرما کر جمہوری رنگ میں تشکیل شدہ یکتا افراد کی قیادت نہ سنبھال لیں مسلح جہاد ممنوع ہے جس کے برعکس وہ برسوں سے تبلیغ کرتے چلے آرہے ہیں۔ جس کو پس منظر میں رکھتے ہوئے اس

امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ان کا اس نوعیت کا علی الاعلان ہر ارشاد دعوائے مہدیت کی تمہید ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے مسلک کی امہات الکتب کی رو سے جہاد بالسیف تو صرف مہدی موعود اور امام منتظر ہی کی زیر قیادت جائز ہوگا۔ لہذا اب تک جو ان کے ایماء و احکام پر اندرونی اور بیرونی اسلحہ آزمائی ہوتی رہی ہے۔ اس کا جواز ثابت کرنا صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ حضرت خمینی خود ہی اس متوقع شخصیت ہونے کا اظہار فرما دیں تاکہ ان کی زیر قیادت گذشتہ، موجودہ اور آئندہ ہر داخلی و خارجی محاربت جہاد اور عنداللہ ماجور سمجھی جاتے۔ جس میں ہر محارب مجاہد یا شہید کے مرتبہ پر فائز ہو سکے۔ اور اس جہاد کے دائرے کو جہاں تک ممکن ہو وسعت دی جا سکے۔ جہاں تک ان کے اس متوقع اعلان کو تسلیم کرنے کا سوال ہے تو اس میں شک و شبہ نہیں کہ جو مجاہدین ان دنوں ان کی زیر قیادت اس جہاد سے ثواب عاجل حاصل کر رہے ہیں یا جن کو آئندہ اس جنبش میں شمولیت سے اسی زندگی میں اجر جزیل کی توقعات ہوں گی، وہ سب تو قلبی بالسانی طور پر ایمان لے ہی آئیں گے جو ایک ہی خطہ میں مجتمع ہونے کی بنا پر اندرونی و بیرونی منکرین سے جہاد کے لئے مؤثر طاقت ہو سکیں گے۔ بغیر اس قسم کے اعلان کے اجتماعیت محال ہے اور یہی افتراق و انتشار رہے گا جس کا مشاہدہ اب تک ہو رہا ہے۔

بقیہ ص۳۵ مسلمانانِ عرب

ہوتے ہیں ہر قسم کے رنگ موجود ہیں۔ اور کمروں کے اندرونی حصہ میں جو زخرفۃ العرب کا کام ہے۔ اس کے ساتھ مطابقت اور موافقت رکھتے ہیں۔ جا بجا طغرائے فنا ہی جس خوبصورتی سے دکھائے گئے ہیں ان پر نظر پڑتے ہی ایک مرتبہ تو آنکھوں کے سامنے ان بادشاہوں کے جلال و عظمت کا نقشہ کھنچ جاتا ہے جن کے زمانہ میں یہ عمارات بنی ہیں ان عمارات کے در و دیوار، قبوں اور میناروں کو دیکھ کر جو جادوانہ اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے ان کی واقعی اور حقیقی تصویر الفاظ نہیں کھینچ سکتے اور نہ قیاس اس میں کام کر سکتا ہے[1]

علاوہ ازیں نئی تعمیری شکلوں میں لداؤ چھت اور گنبد ایک شکل سے دوسری شکل میں عبور کر کے قلمی شکل سے مزین نوک دار اور نہایت پرکار محرابیں بنانے کا طریقہ، اٹھا ہوا گنبد، دندانے دار سر دل گچ کی جالیوں میں جڑے ہوئے رنگین شیشوں کے دریچے، منبت کاری ستر کاری، ہندسی زمین کو بناتی نمونوں کے ساتھ ملا کر تزئین کے طریقوں میں غیر معمولی پرکاری۔ مربع سے مثمن اور مثمن سے دائرہ میں تبدیل ہونے والے درجہ بدرجہ منزلوں والے مینار مسلمانان عرب کے فن تعمیر کی نمایاں ترین خصوصیات ہیں[2] العلم عند اللہ العلام

---

[1] اخبار الاندلس ج ۳ ص ۶۲۷ [2] اسلامی فن تعمیر از ارنسٹ مارحیام ص ۱۹۱

جناب بشیر محمود اختر صاحب

ایک فرانسیسی سائنس دان کی مفکرانہ تصنیف

بائبل، قرآن اور سائنس

"بائبل قرآن اور سائنس" ایک فرانسیسی سائنس دان اور سرجن ڈاکٹر موریس بوکائے کی مفکرانہ تصنیف کا نام ہے۔ اس کا پہلا فرانسیسی ایڈیشن قریباً چھ سال قبل پیرس میں طبع ہوا تھا۔ بعد میں انگریزی اور عربی ایڈیشن شائع ہوئے۔

اس وقت اس کا انگریزی ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے۔ جو اڑھائی سو سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اپنی تحقیقات کے لئے خالص سائنسی اور معروضی انداز اختیار کیا ہے۔ اور ہر جگہ یہی کوشش کی ہے کہ ذاتی عقائد اور جذبات سے علیحدہ رہ کر علمی اور منطقی معیار قائم رکھا جائے۔ چنانچہ ان کی یہ کوشش نہایت کامیاب رہی۔ اور انہوں نے اپنی تحقیقات کے آخر تک یہی معیار اور اسلوب قائم رکھا۔

ڈاکٹر بوکائے ایک عیسائی فاضل ہیں۔ انہوں نے اپنے مطالعہ کے دوران قرآن حکیم کے تراجم سے بھی استفادہ کیا۔ لیکن مختلف تراجم کے مطالعہ اور موازنے سے ان پر یہ بات منکشف ہوئی کہ اکثر تراجم نہایت ناقص تھے۔ اور اصل معانی واضح نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے ایک اور مقالے بعنوان "قرآن حکیم کے ناقص تراجم"[1] میں بتاتے ہیں کہ ان تراجم میں مطالب کو مستور و ملفوف کر دینے کی کوشش کو میں بھانپ گیا اور یہ جان گیا کہ بعض جگہوں پر تو محض از راہ عناد جان بوجھ کر معانی بدل کر رکھ دئے گئے ہیں۔ تاکہ عبارات کو اپنے نقطہ نظر کے مطابق ڈھالا جا سکے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ڈاکٹر بوکائے نے عربی زبان سیکھی تاکہ قرآن حکیم کا براہ راست مطالعہ کیا جا سکے۔ اصل عبارات اور مفاہیم پر غور و فکر کی راہ باز ہو سکے۔

---

[1] Inexact Translations of Holy Quran: article by Dr. Maurice Bucaille, "The Islamic Order," Karachi Vol. 2, Page 38-39.

مذہبی کتابوں کا مطالعہ اس انداز سے کرنا کہ تعصب و عناد راہ نہ پا سکیں۔ نہایت دشوار مرحلہ ہوتا ہے۔ پھر اپنی تحقیقات کو سیدھے الفاظ میں بلا کم و کاست بیان کر دینا تلاش حق اور اظہار حق کی ایک واضح دلیل ہے۔
عموماً ہوتا یہ ہے کہ بڑے بڑے نام نہاد مستشرقین جو اسلام اور قرآن کے مستند سکالر کہلاتے ہیں تعصب اور جذبات سے بالاتر ہو کر حق و صداقت کے اعلان اور اظہار سے عاجز ہی رہتے ہیں۔ ڈاکٹر بوکائے ایک سچے سائنس دان اور سکالر کی حیثیت سے اعلائے حق کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ انہیں دراصل ایسی شہادتیں اور بنیادیں فراہم ہو گئیں کہ وہ ان کے برملا اظہار کے بغیر نہ رہ سکے۔
ڈاکٹر بوکائے نے اپنی کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔
۱۔ عہد نامہ قدیم۔ ۲۔ اناجیل۔ ۳۔ قرآن مجید اور جدید سائنس۔ ۴۔ قرآن مجید اور بائبل کے واقعات
پھر ایک مختصر سا باب "قرآن، احادیث اور جدید سائنس" کے عنوان سے ہے۔ آخر میں اس تحقیق و مطالعہ کے عمومی نتائج پیش کئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے بائبل کو لیجئے۔ بائبل کے بارے میں ڈاکٹر بوکائے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ زبانی روایات کے طور پر نسلاً بعد نسل سنائی جاتی رہی۔ اس طرح کلام الٰہی میں بہت سا انسانی کلام بھی شامل ہوتا چلا گیا۔ اور اصل میں نقل کی آمیزش ہوتی چلی گئی۔ بائبل کی مختلف کتابیں مختلف زمانوں میں لکھی گئیں۔ اندازہ یہ لگایا گیا ہے کہ بائبل کی کتابیں دسویں صدی اور پہلی صدی قبل مسیح کے دوران میں تحریر کی گئیں۔ انہیں مکمل کیا گیا اور ان پر نظر ثانی کی گئی۔ گویا بائبل ان ادبی تحریروں کا مجموعہ ہے جو کم و بیش نو صدیوں کے عرصہ میں مرتب کی گئیں۔ پھر وقتاً فوقتاً ان میں رد و بدل بھی کیا جاتا رہا۔ انسانی ذہن اور قلم کی کارفرمائیاں جگہ جگہ دیکھی جا سکتی ہیں۔
دوسری ویٹیکن کونسل ۱۹۶۲ء۔ ۱۹۶۵ء نے یہ بات تسلیم کر لی تھی کہ عہد نامہ قدیم کی کتابوں میں ایسا مواد موجود ہے جو اب ناقص اور فرسودہ معلوم ہوتا ہے۔ اس عہد نامے کے مطالعہ سے ڈاکٹر بوکائے نے جو عمومی تاثرات مرتب کئے ہیں انہیں ہم سمیٹ کر یوں بیان کر سکتے ہیں۔

۱۔ عہد نامہ قدیم تمام و کمال الہامی کلام نہیں ہے۔
۲۔ اس میں بہت سا انسانی کلام شامل ہے۔
۳۔ اس میں متعدد تضادات اور بعید از قیاس بیانات موجود ہیں
۴۔ اس کا متن حرف بہ حرف قابل قبول نہیں ٹھہرتا
۵۔ جدید سائنسی معلومات اور انکشافات بائبل کے بیانات کی تصدیق و توثیق نہیں کرتے۔

ڈاکٹر بوکائے نے بے شمار مثالوں اور حوالوں سے اپنے بیانات کو ثابت کرنے کی سعی بلیغ کی ہے مثلاً وہ

بتلاتے ہیں کہ عہد نامہ قدیم کی کتاب پیدائش میں دنیا کی تخلیق اور زمین پر انسان کے ظہور اور انساب سے متعلق جو اعداد و شمار دیے گئے ہیں وہ جدید سائنسی معلومات کے مسلمہ حقائق سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے۔ اس لئے انہیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح کتاب پیدائش کے چھٹے، ساتویں اور آٹھویں ابواب میں طوفان نوح کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کل بنی نوع انسان اس طوفان کی زد میں تھا۔ یہ طوفان اس قدر عالمگیر تھا کہ تمام ذی روح مخلوق فنا ہو گئی۔ اس کے قریباً تین سو سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہیں ایک نسل دکھائی دی جو مختلف اقوام میں منقسم تھی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اتنی قلیل مدت میں ایک نسل اس قدر پھیل جائے کہ وہ مختلف اقوام میں تقسیم ہو جائے؟ پھر جدید تاریخی معلومات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ اس وقت تہذیب و تمدن دنیا کے کئی حصوں میں پھیل چکا تھا۔ چنانچہ اس کی باقیات محفوظ رہ گئی ہیں۔ مصری اور بابلی تہذیبوں کے تاریخی مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان تہذیبوں میں کوئی انقطاع واقع نہیں ہوا۔ لہٰذا ایسی کوئی تباہی رونما نہیں ہو سکتی تھی جو جملہ بنی نوع انسان کو ملیا میٹ یا متغیر کر دیتی۔ چنانچہ تاریخی اعتبار سے یہ ماننا پڑے گا کہ طوفان کا تذکرہ جس طرح بائبل میں ہوا ہے وہ جدید انکشافات اور سائنسی حقائق سے بالکل متناقض ہے۔

عہد نامہ قدیم کے بعد عہد نامہ جدید (یعنی اناجیل اور دوسری کتابوں کا مجموعہ) کا نمبر آتا ہے۔ عہد نامہ جدید مطبوعہ پیرس ۱۹۶۷ء اور ترجمہ بائبل، اور ترجمہ بائبل۔ عہد نامہ جدید مطبوعہ پیرس ۱۹۷۲ء[1] کے مرتبین اس معاملے میں متفق الرائے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی زبانی مواعظ سن کر اور ان سے متاثر ہو ہو کر مختلف لوگوں نے انہیں اپنے اپنے فہم اور مزاج کے مطابق الگ الگ انجیل کی صورت میں رقم کیا۔ انہوں نے تبلیغ و موعظت اور عبادت کی ضرورت کے لئے حیات عیسیٰؑ کی روایات قلم بند کرنا شروع کی تھیں۔ سیرت اور سوانح نگاری کا مقصد ان کے پیش نظر نہ تھا

ڈاکٹر بوکائے کے بقول اناجیل کا موازنہ بڑی حد تک احادیث سے کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح احادیث کے مجموعے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد کئی برس بعد مرتب ہوئے۔ اسی طرح اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کئی برس بعد لکھی گئیں۔ البتہ یہ موضوع بالکل مختلف ہے۔ کہ احادیث کے حصول و قبول اور اندراج میں جو احتیاط ملحوظ رکھی گئی اور جو معیار قائم کیا گیا اس کا عشر عشیر بھی انجیل کے واقعات کی فراہمی اور تحریر میں نہیں ملتا۔

---

[1] The Ecumenical Translation of the Bible, New Testament, Paris, 1972.

ڈاکٹر بوکائے اپنی کتاب کے "ابتدائیہ" میں لکھتے ہیں کہ اناجیل کی ایک بڑی تعداد میں سے صرف چار منتخب کی گئیں حالاں کہ ان میں باہم کئی اختلافات اور تضادات موجود ہیں۔ ان چار انجیلوں کے علاوہ باقیوں کو چھپا دینے کا حکم دیا گیا تھا اسی لئے ان کے لئے کا لفظ استعمال کیا گیا تھا جس کا لفظی معنی ہی "چھپایا گیا" کے ہیں۔ غیر معتبر یا غیر قانونی کا مفہوم اسے بعد میں دیا گیا ہے۔

عیسائیت میں تو ایسا کوئی متن موجود نہیں جو الہامی بھی ہو اور اسے ضبط تحریر میں بھی لایا گیا ہو۔ البتہ اسلام میں قرآن مجید اس معیار پر پورا اترتا ہے۔

اناجیل اربعہ ۷۰ سے لے کر ۱۱۰ سن عیسوی سے کچھ پہلے تک کے عرصے میں لکھی گئیں۔ انہیں اولین مسیحی تحریریں نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان سے بہت پہلے سینٹ پال کے مکتوبات معرض تحریر میں آچکے تھے۔ مثلاً ایک اندازے کے مطابق تھیسالونیوں کے نام پال کا خط سن ۵۰ میں لکھا گیا تھا۔

اناجیل اس دور کی تحریریں ہیں جس دور میں ایک طرف پال اور اس کے متبعین اور دوسری طرف حضرت عیسیٰؑ کے حواری اور ان کے شاگردوں کے درمیان شدید کشمکش جاری تھی۔ چنانچہ جب پال کے متبعین فتح یابی کی طرف بڑھ رہے تھے تو دوسری طرف لاتعداد تحریروں میں سے یہی چار اناجیل چن لی گئیں۔ اور باقی رد کر دی گئیں۔ اناجیل کے مطالعے سے ڈاکٹر بوکائے نے جو نتائج اخذ کئے ہیں۔ انہیں خلاصتہً یوں ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ انجیل پڑھنے والے کو کسی طرح اس بات کا یقین نہیں آتا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے فرمودات کا مطالعہ کر رہا ہے۔

۲۔ اناجیل کی تحریر سے پہلے پال کے خطوط رواج پا چکے تھے۔

۳۔ ۱۴۰ء سے قبل ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ اناجیل کے کسی مجموعے کا کوئی نسخہ موجود تھا۔ یہ تو ۱۷۰ء کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ چار انجیلوں نے شرعی حیثیت حاصل کر لی ہے۔

۴۔ کلیسا نے کم و بیش ایک سو انجیلوں کو دبا دیا۔ صرف چار کو باقی رہنے دیا اور انہیں مصدقہ قرار دیا۔

۵۔ اناجیل میں بہت سا مواد ایسا شامل ہے جسے انسانی فکر کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ لہٰذا ان کی الہامی حیثیت مشکوک ٹھہرتی ہے۔

۶۔ خود ان اناجیل اربعہ میں باہم اختلافات اور تضادات موجود ہیں۔

۷۔ کئی واقعات کا بیان ان اناجیل میں مختلف طریقوں سے ہوا ہے۔ مثلاً متی اور لوقا کی انجیلوں میں حضرت عیسیٰؑ کے نسب نامے بھی شامل ہیں۔ یہ دونوں نسب نامے بھی باہم مختلف ہیں اور ہنوز موضوع بحث ہیں اس سلسلے میں یہ بات قطعی طور پر تسلیم کرنی پڑے گی۔ کہ پدری نسب ناموں کی حضرت عیسیٰؑ سے قطعاً کوئی مناسبت نہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت مریمؑ کے اکلوتے بیٹے کا نسب نامہ بیان کرتا ہے۔ جو کہ صلبی باپ کے بغیر پیدا ہوا تھا۔

یہ نسب نامہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ کا نسب نامہ ہی ہونا چاہیئے۔

اسی طرح یوحنا کی انجیل اور باقی تین انجیلوں کے درمیان بڑے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بالخصوص یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اس انجیل میں عشائے ربانی کی رسم کا تذکرہ ہی نہیں ہے جیسے دوسری اناجیل میں بڑا اہم مقام حاصل ہے۔

اناجیل میں بہت سی غیر امکانی باتیں بھی درج ہیں۔ جدید سائنسی اور علمی معلومات کے ساتھ تناقضات اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ اناجیل میں ایسے اجزا شامل ہیں جو انسانی تخیل ہی کی پیداوار ہو سکتے ہیں۔

ان مذہبی صحیفوں کے برعکس قرآن حکیم کی حیثیت بالکل مختلف اور منفرد ہے۔ قرآنی آیات کا نزول، ان کی تحریر اور حفظ کے بارے میں حقائق ایسے اظہر من الشمس ہیں۔ کہ صحائف سابقہ پر عائد کردہ اعتراضات میں سے کوئی بھی قرآن حکیم پر وارد نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر بوکائے یہ بات واضح کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کی کسی ایک آیت پر بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اصل نہیں۔ کیونکہ وحی ہوتے ہی آیاتِ قرآنی کو حفظ کر لیا جاتا تھا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ ہی میں قرآن ضبط تحریر میں لایا جا چکا تھا۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم کی طرف سے اس کی آیات کی استناد کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اس میں درج کوئی بیان بھی ایسا نہیں جس پہ جدید سائنس نقطۂ نظر سے حرف گیری کی جا سکے۔ بلکہ قرآنی مندرجات اور جدید سائنسی معلومات میں مکمل توافق ہے۔ قرآن حکیم سائنسی علوم اور تجربات و انکشافات سے متصادم نہیں۔ ایجادات اور وسائل کی ترقی قرآنی اصولوں اور حکموں کے خلاف نہیں۔ بلکہ قرآنی تعلیمات، سائنسی اور علمی اندازِ فکر میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ یہاں یہ بتا دینا بھی حقیقت کے عین مطابق ہے۔ کہ موجودہ سائنسی ترقی نے ہمیں کئی آیاتِ قرآنی کا صحیح مفہوم سمجھنے کے قابل بنایا ہے۔

ڈاکٹر بوکائے اپنے ایک اور مقالے "قرآن اور جدید سائنس"[۱] میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی تحقیق کے دوران میں کلی طور پر معروضی رہنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اعتماد ہے کہ میں مطالعۂ قرآن کو اسی اندازِ معروضیت سے پرکھنے میں کامیاب رہا ہوں جو انداز ایک مریض کا معائنہ کرنے میں ڈاکٹر اختیار کرتا ہے ــــ اور میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ابتداء "میری رہنمائی اسلام پر اعتقاد نے ہرگز نہیں کی بلکہ محض تلاشِ حقیقت میں میری رہنما اور رہبر ثابت ہوئی۔ اپنے مطالعہ کے اختتام تک پہنچتے پہنچتے یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہو چکی تھی۔ کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو الہام کے ذریعے ایک پیغمبر پر نازل ہوئی"۔ چنانچہ قرآن حکیم کے مطالعہ و تحقیق کا خلاصہ ڈاکٹر بوکائے ہی کے الفاظ میں ان نکات کی صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے قرآن حکیم کے بیانات موجودہ سائنسی معلومات اور انکشافات سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔

۱۔ The Quran and Modern Science: Dr. Maurice Bucaille, Ashraf Publications, Karachi

۲۔ سائنسی موضوعات مثلاً تخلیقِ کائنات، فلکیات، عالمِ حیوانات، و نباتات وغیرہ کثیر تعداد میں قرآن حکیم میں موجود ہیں اور سائنسی نقطہ نظر سے ان میں کوئی کجی یا کمی محسوس نہیں ہوتی۔ جب کہ بائبل میں بڑے بڑے تسامحات موجود ہیں۔

۳۔ قرآن حکیم اگر کسی بشر کا کلام ہوتا تو ساتویں صدی عیسوی میں وہ ایسے حقائق کس طرح بیان کرتا جو صدیوں بعد منکشف ہونے والے تھے اور جو آج کے جدید سائنسی علوم کے عین مطابق ہیں۔ یہ بات بطور خاص نوٹ کرنے کی ہے کہ بیشتر سائنسی حقائق جن کی یا تو قرآن میں نشان دہی کی گئی ہے۔ یا انہیں صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔ موجودہ دور ہی میں مسلّمہ حیثیت حاصل کر سکے ہیں۔

۴۔ قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ پر ایمان والے اسے حفظ کرنے جاتے تھے اور کاتبوں نے اسے لکھنا بھی شروع کر دیا تھا۔ اس طرح قرآن کا آغاز صحت و صداقت کے ان دو عناصر سے ہوا جو کسی دوسرے صحیفے کو حاصل نہیں ہو سکے۔

۵۔ وہ تصورات اور نظریات جو نزولِ قرآن کے وقت رائج اور مشہور تھے۔ قرآن میں درج نہیں ہوئے۔ کائنات، زمین، سمندر، چاند، حیوانات اور نباتات کے علوم جوں جوں ترقی کرتے گئے اور جدید زمانے میں جو انکشافات ہوئے ہیں ان سے کئی ایسے حقائق اور تصورات سامنے آئے ہیں جنہیں قرآن حکیم نے بیان کیا ہے اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جدید سائنسی ترقی نے ہمیں کئی آیات قرآنی کی تفہیم کے قابل بنایا ہے۔

۶۔ قرآن کریم پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں بہت سا مواد بائبل سے منقول ہے۔ صورت حال دراصل کچھ یوں ہے کہ جب بائبل اور قرآن کے مشترک مضامین کی تفاصیل کا موازنہ کیا جاتا ہے اور ان دونوں صحیفوں کے بیانات و اندراجات پر آج کی علمی اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں تنقید کی جاتی ہے تو ثابت یہ ہوتا ہے کہ قرآنی اندراجات میں سائنسی اعتبار سے کوئی سقم نہیں۔ اس کے برعکس بائبل کے بیانات اس تنقیدی معیار پر پورے نہیں اترتے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآنی آیات کو درج کرتے ہوئے حضور اکرم علیہ السلام والصلوٰۃ کو کس شخص یا کس قوت نے بعض بیانات نقل کرنے سے باز رکھا اور صرف ان صحیح باتوں کو شامل کتاب کرنے پر اکسایا جن کی بدولت قرآن کا متن تنقید سے بالاتر ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر بوکائے نے اپنی کتاب کا اختتام ان فقروں پر کیا ہے جو گویا ان کی ساری تحقیق اور پوری کتاب کا نچوڑ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی علمی سطح کے پیش نظر یہ بات ناقابلِ تصور معلوم ہوتی ہے کہ سائنس کے متعلق قرآن کے بیانات کسی بشر کی اختراع ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا قرآن کو نہ صرف وحیِ آسمانی تسلیم کرنا بالکل درست اور روا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اسے (دوسری سب کتابوں کے مقابلے

میں) ایک بالکل خصوصی مقام دیا جائے۔ ایک تو اس استناد کے سبب جو اس سے فراہم ہوتی ہے اور دوسرے اس لئے کہ اس میں موجود سائنسی اور علمی بیانات جب آج کے دور میں پڑھے جاتے ہیں تو انسانی فہم کے مطابق ان کی تشریحات کے لئے ایک چیلنج بن کر سامنے آتے ہیں۔

ڈاکٹر بوکائے ہمیں بتلاتے ہیں کہ مغرب میں اسلام کے بارے میں انتہائی غلط بیانات پیش کئے جاتے ہیں بعض اوقات تو وہ محض ناواقفیت کا نتیجہ ہوتے ہیں اور بعض اوقات باقاعدہ دانستہ طور پر بدنام کرنے کی غرض سے۔ اب تو ویٹیکن کی ایک دستاویز میں یہ بات واضح طور پر تسلیم کر لی گئی ہے۔ کہ ماضی میں مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کی جاتی رہی ہے اور ہمیں اپنے قصور کا اعتراف کر لینا چاہئے۔ اب ہمیں اپنے رویے پر نظرثانی اور اپنے طرزِ عمل میں بڑی تطہیر کی ضرورت ہوگی۔

ڈاکٹر بوکائے کی یہ تصنیف بلاشبہ بڑی فکر افروز اور توجہ طلب ہے۔ پھر خالص سائنسی اور معروضی طریق عمل بہت اثر انگیز اور لائق صد تحسین ٹھہرتا ہے۔ اصحاب فکر و دانش سے بجا طور پر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ڈاکٹر بوکائے کی تحقیقات کے نتائج پر کھلے دل سے غور فرمائیں گے اور اس طرح حقائق کی روشنی سے بصیرت حاصل کر سکیں گے۔

اس معرکۃ الآرا تصنیف کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر پروفیسر حسنین کاظمی صاحب نے اس کے مندرجات کو اردو قارئین کی خاطر اپنی زبان میں منتقل کرنا شروع کیا تھا۔ وہ روزنامہ جنگ میں ستمبر ۱۹۷۹ء سے مارچ ۱۹۸۰ء تک قسط وار مضامین لکھتے رہے۔ یہ مضامین مذکورہ کتاب کے مختلف ابواب کی تشریح و توضیح لئے ہوتے تھے۔ ان کا ترجمہ نہیں ہوتا تھا بلکہ ترجمانی کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہیں محض خلاصہ یا تبصرہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کاظمی صاحب نے بڑی رواں اور دلچسپ تحریر میں اس کتاب کے مندرجات کو سمیٹ لیا۔ وہ دراصل ڈاکٹر بوکائے کے عالمانہ اور غیر جانبدارانہ انداز سے متاثر ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کی ترجمانی کا بیڑا اٹھایا۔ اور بڑی کامیابی سے یہ فریضہ سرانجام دیا۔

وہ خود بتاتے ہیں کہ حصول علم اور تحقیق و تجسس میں اگر انسان منصفانہ اور دیانتدارانہ اور غیر جانبدارانہ رویہ پیش نظر رکھے۔ تو اس کے نتائج بڑے تعمیری اور فکری اعتبار سے بڑے انقلاب آفریں ہوتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی تصور، کوئی عقیدہ یا کوئی خیال محض اس لئے "سچا" نہیں ہوتا کہ ہم اور ہمارے بزرگ اسے سچا سمجھتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ حق اور سچائی کی اصل پہچان یہ ہے کہ انسانی علم اور عقل کسی دور میں بھی اس تصور، عقیدے یا خیال کی تردید نہ کر سکے۔ بلکہ علمی اور فکری ارتقا کے ساتھ ساتھ اس کی تصدیق ہوتی چلی جائے۔

ڈاکٹر بوکائے نے اپنی تصنیف میں یہی ذہنی اور فکری روش برقرار رکھی ہے اور اسی بنا پر وہ اللہ کی محفوظ ہدایت کی علمی تصدیق کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ کاظمی صاحب کی یہ تحریریں اب کتابی شکل میں "راہ اور روشنی" [۱]

---

[۱] "راہ اور روشنی" پروفیسر حسنین کاظمی، علمی ادارہ بہادر آباد کراچی ص ۵

کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اسے چودہ ابواب میں پھیلایا گیا ہے۔ اور سب اہم نکات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔
اس کے ایک تبصرہ نگار نے خوب لکھا ہے۔ کہ یہ کتاب مسلمانوں کے لئے ایک فکری مہمیز مہیا کرتی ہے۔ اور یہی خوبی اس کا طرۂ امتیاز ہے۔

ڈاکٹر بوکائے کی اس کتاب کا ایک اردو ترجمہ بھی طبع ہو کر سامنے آیا ہے۔ "بائبل، قرآن، سائنس" کے نام سے
یہ ترجمہ ثناء الحق صدیقی صاحب کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ فہرست مضامین کے علاوہ یہ کتاب ۳۱۶ صفحات پر محیط ہے۔
اس کی فہرست کتاب کے آغاز میں دینے کی بجائے آخر میں دی گئی ہے۔

یہ کتاب پڑھتے ہوئے جگہ جگہ یہ احساس دامن گیر ہوتا ہے۔ کہ ہم انگریزی کتاب کا ترجمہ پڑھ رہے ہیں۔ فقروں
کی طوالت اور انگریزی ترتیب ہی سے فقروں کا لفظی ترجمہ بعض مقامات پر سنگ گراں ثابت ہوتا ہے۔ اور
الجھاؤ کا باعث بنتا ہے۔ کہیں کہیں بے ربطی اور بے کیفی مطالعے کو بے مزہ سا کر دیتی ہے۔

انگریزی تعارف کے ترجمے میں صفحہ ۱ پر جہاں یہ فقرہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جمع شدہ اقوال اور آپ
کے افعال کے تذکرے ہیں، یہاں سے آگے قریباً دس انگریزی سطروں کا ترجمہ سرے سے غائب ہے۔ اسی صفحے پر ایک جگہ لفظ
کا ترجمہ مسترد قرار دیا جائے ۔۔۔ کیا گیا ہے۔ اس سے پوری بات بے معنی ہو کر رہ گئی ہے۔
حالاں کہ صحیح ترجمہ چھپائے جانے سے کر دیا جاتا تو بات واضح ہو جاتی۔
سے اب مراد مسترد قرار دئے گئے صحیفے یا اسفار محرفہ ہی لی جاتی ہے۔ لیکن ابتداءً
انہیں چھپا دیا جاتا تھا۔ اور کا لفظی معنی یہی تھا۔

صفحہ پندرہ پر ایک جگہ درج ہے کہ جو بات آج بھی کھٹکتی ہے۔ یہاں ترجمے اور سیاق و سباق کے اعتبار سے
لفظ "بھی" بالکل زائد ہے۔ مراد یہ تھی کہ جدید تحقیق اور سائنسی معلومات نے آج بہت سی چیزوں کے بارے میں شکوک
پیدا کر دئے ہیں اور کئی چیزیں کھٹکنے لگی ہیں۔

اسی طرح صفحہ ۱۲۱ پر ایک فقرہ ہے۔ سب سے اہم حقیقت جو یوحنا کی انجیل میں قاری کو دوران مطالعہ میں تذکرہ پڑھتے
(پڑھتے) وقت کھٹکتی ہے ۔۔۔ ویسے تو پورا فقرہ ہی قدرے غیر مرتب صورت میں لکھا گیا ہے۔ لیکن یہاں "کھٹکتی
ہے" کا استعمال بہت کھٹکتا ہے۔ یہ لفظ دراصل "اہم حقیقت" کے لئے آیا ہے اور حقیقت یا تو ظاہر ہوتی ہے یا
منکشف ہوتی ہے۔ یہاں دراصل لفظ حقیقت کا کوئی محل نہ تھا۔

الجھے ہوئے اور قدرے طویل فقروں کی صرف دو مثالیں دیکھئے۔ گو ان سے طویل تر اور پیچیدہ تر فقرے کتاب
میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ اگر کسی نے اناجیل کے مطالعہ کے دوران اس پر تنقیدی نظر ڈالی ہے تو اس کے نتیجہ میں جو تحقیقات کی جائیں ان کے
(باقی صـ ۶۶ پر)

قلیل المیعاد نوٹس نیلامی

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ سوات فارسٹ ڈویژن کے جنگل بالاکوٹ کمپارٹمنٹ نمبر ۱ سے محکمانہ طور پر برآمد شدہ گیلی جات جو کہ ٹمبر گودام منگورہ میں نیلام پڑے ہیں کا بتاریخ ۲ر فروری ۱۹۸۲ء بروز منگل بوقت بارہ بجے دن زیر دستخطی کے دفتر واقعہ منگورہ میں نیلام عام ہوگا۔ خواہشمند حضرات موقع پر آکر بولی میں حصہ لے سکتے ہیں۔

تفصیل چوب

لاٹ نمبر	قسم	تعداد	مکسر فٹ	مکسر میٹر	زر بیعانہ
بالاکوٹ	دیار	552	4890.4	138.64	
لاٹ نمبر ۱	کائیل	45	428.2	12.13	
	سپروس	1	2.9	0.08	
	میزان	598	5321.5	150.75	40,000/- روپیہ

مختصر شرائط

۱۔ بولی میں حصہ لینے والے کو مقررہ زر بیعانہ کا کال ڈیپازٹ پیش کرنا ہوگا۔

۲۔ بولی کی تاریخ سے پہلے لکڑی کا معائنہ کیا جا سکتا ہے۔ بعد میں کسی قسم کا عذر قابل قبول نہ ہوگا۔

۳۔ کامیاب بولی دہندہ کو بولی میں پیش کردہ نرخ کے علاوہ 5.50 روپیہ محکمانہ خرچہ فی مکسر فٹ (0.028 مکسر میٹر) کے حساب سے مزید ادا کرنا ہوگا۔

۴۔ تمام چوب پر مبلغ دو روپیہ پچیس پیسہ (2.25) فی مکسر فٹ (0.028 مکسر میٹر) کے حساب سے ڈیوٹی بھی ادا کرنا ہوگا۔

۵۔ مزید شرائط و دیگر تفصیلات زیر دستخطی کے دفتر سے کسی بھی دن ماسوائے تعطیل معلوم کیے جا سکتے ہیں۔

(جلال الدین)
مہتمم جنگلات، سوات فارسٹ ڈویژن
منگورہ ضلع سوات

INF(P) 164

مولانا سمیع الحق کی وفاقی مجلس شوریٰ میں شمولیت پر پیغامات

سینکڑوں خطوط اور پیغامات میں سے بعض ایک کی چند سطری اقتباسات، یہ تعریف و توصیف محض حسن ظن ہے۔ مبارک باد سے بڑھ کر مقام آزمائش ہے ان نیک توقعات، تمناؤں اور دعاؤں میں قارئین الحق بھی شریک ہوں گے تو میرے لئے احتساب نفس اور محاسبۂ احوال میں مزید معاون ہوں گے۔ میں ہر لحاظ سے کم سواد اور بے مایہ گناہگار انسان ہوں: بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ پھر بھی اس اعتماد و محبت پر میرا ہر بن مو سراپا تشکر و امتنان ہے۔ فرداً فرداً بھی خط لکھنے کی سعی کی جارہی ہے۔ "س"

○ اللہ تعالیٰ دین کی خدمت بطریق احسن لے لے تاکہ مسلمانوں کا بھلا ہو۔ اور نیکی کی بنیاد رکھنے کا ثواب ہونا رہے۔ اور اصل میں تو یہ سب مبارکباد یاں آپ (حضرت شیخ الحدیث مدظلہ) کو ہیں کہ آپ کی مستجاب ادعیہ کارگر ہوئی ہیں۔ آئندہ بھی یہ سنگ میل مشاورت و عدالت ثابت ہوں۔

"قاری محمد امین۔ محلہ ورکشاپی، راولپنڈی

○ خدا کرے آپ صدر پاکستان کو شریعت کے نفاذ کے لیے قابل عمل مشورے پیش کرسکیں۔ یہ حقیر توفیق کی دعا کرتا ہے۔ مولانا معاذ الرحمان جامعہ ملیہ مرزا ڈھیر۔

○ اللہ تعالیٰ آپ سے ایسی خدمت اسلام اور پاکستان کی لے جیسا کہ آپ کے والد محترم نے سابقہ اسمبلی میں شاندار کردار ادا کیا تھا۔ انہی کی تربیت کا صلہ آج قوم کو نظر آرہا ہے۔ حافظ محمد یعقوب بگرام

○ آپ کے لئے تو یہ اعزاز نہیں ہے کہ دینی خدمت کا اعزاز اللہ نے دے رکھا ہے بلکہ ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر آپ کا دینی فریضہ ہے کہ آپ جیسے حضرات آگے بڑھ کر اسلامی مشن میں ہاتھ بٹائیں

سید محمد توحید، اسلام آباد

○ عرصہ سے آپ جیسے صائب الرائے معاملہ فہم سچے خادموں کی ولولہ انگیز قیادت کی ضرورت تھی جو بفضل تعالیٰ پوری ہوئی۔ آپ ریاست جموں وکشمیر کی آزادی اور تعمیر و ترقی کو بھی فراموش نہ کریں گے۔

چوہدری محمد ابراہیم ضیا ایڈووکیٹ آزاد کشمیر

○ اللہ آپ سے دین کے بڑے بڑے کام لے دلی مبارکباد اور مسرت۔ میجر قاری فیوض الرحمان کاکول

○ باعزت شمولیت پر میری مبارکباد قبول کیجئے مولانا مدظلہ کو بھی ہدیۂ تبریک اور ہدیۂ سلام

لطافت الرحمان جامعہ اسلامیہ بہاولپور

○ خلوص دل سے مبارکباد، مقام شکر ہے کہ قلعہ اسلام پاکستان میں شعائر اسلامی کا نفاذ عمل میں آرہا ہے اس تاریخ ساز مجلس شوریٰ میں آپ کی رکنیت اہم دینی و ملی ذمہ داریوں کی حامل ہے۔ بارگاہ رب العزت میں دست بہ دعا ہوں کہ اس کی ذات کریم آپ کی رہنمائی فرمائے اور اس دین و شرع متین

ہیں اہل پاکستان کو ان کی مثبت پیش رفت میں
کامیابیاں عطا فرمائے۔

حکیم محمد سعید چیئرمین ہمدرد پاکستان

○ آپ جیسے اہل نظر کی شمولیت ہمیں کامیابی کی ضمانت
نظر آتی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری کراچی

○ صدر پاکستان نے آپ کا انتخاب کر کے حق بحق دار
رسید کا صحیح حق ادا کیا ہے۔ توقع ہے کہ اس دینی
منصب کے تقاضے پورے کرنے کی بھرپور کوشش
کر کے علمائے کرام اور دینی حلقوں کو مایوس نہیں
کریں گے۔ ہماری دعائیں اور مخلصانہ تعاون
ہمہ وقت آپ کے ساتھ ہے۔

مولانا مجاہد الحسینی صوت الاسلام فیصل آباد

○ مبارک باد۔ دین وملک کی زیادہ سے زیادہ خدمت
کی توفیق کی دعائیں۔ محمد طاہر سیم سلائٹ ٹاؤن کراچی

○ آں جناب کو اس حقیقت سے بخوبی آگاہی ہوگی
کہ مجھے ذاتی طور پر آپ کی شمولیت سے کتنی خوشی
حاصل ہوگی۔ مبارک باد قبول فرمائیے شیخ الحدیث
کی خدمت بابرکت میں مؤدبانہ سلام۔

عبید اللہ بیگ شعبہ تعلقات عامہ پاکستان
ٹیلی وژن

○ آپ کے کندھوں پر جو بوجھ آپڑا ہے اللہ کرے
یہ عظیم الشان بوجھ تکمیل تک پہنچائیں جیسے
قائدین جمعیۃ نے کیا۔ اب لوگوں کی امیدیں آپ سے
بہت ہیں اللہ سب کی امیدوں کو پورا کرے۔

مولانا معین الدین حقانی مل

○ دلی مسرت و مبارک باد اور دعائیں۔

قاضی عبدالرقیب خطیب جامع مسجد سیالپور

○ آپ کے چناؤ پر مجھے دلی خوشی ہوئی آپ نہ صرف
اس کے اہل بلکہ مستحق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ
کو حسن اہلیت سے نوازا ہے ایسے برسر
کار لانے ہوتے اس عظیم منصب سے بطریق
احسن عہدہ برآ ہوں گے۔ اور دین اسلام اور
مملکت خداداد پاکستان کی کماحقہ خدمت
انجام دیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔
مولانا عبدالباقی وزیر مال اوقاف و مذہبی
امور سرحد

○ آنکہ بود از ازل سمیع الحق
للہ الحمد شد وفیع الحق

○ دلی تہنیت اور مخلصانہ مبارک باد ؂
عامل حسن امتیاز ہیں آپ
رحمت حق سے سرفراز ہیں آپ (قابل)

اللہ تعالیٰ دین وملت اور وطن کی خدمت کی زیادہ سے
زیادہ توفیق ارزانی فرمائے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں
چیف الیکشن کمشنر (موجودہ صدر بنگلہ دیش) کے
دفتر اسلام آباد میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی سید احمد
شہید کی جماعت کے سربراہ کی حیثیت سے آپ نے
ازراہ اخوت اسلامی مجھے اکوڑہ خٹک کی دعوت
دی تھی پھر بنگلہ دیش میں مجیب کے گروہ کے ہاتھوں
اسیر ہو کر ڈھائی سال دیناج پور میں اسیر رہا واپسی
پر دو سال سے فالج ہو گیا۔ صاحب فراش ہوں چلنے پھرنے

سے معذور ہوں ورنہ خود حاضر ہو کر تہنیت پیش کرتا۔ پروفیسر سید قابل واہ کینٹ

○ کسی شاعر نے ۷۰ء کے الیکشن میں کامیابی پر حضرت شیخ الحدیث کے بارہ میں کہا تھا جس کے آج آپ بھی مصداق ہیں ؎

اب تلک تو مقام منبر و محراب میں
اب گرج ہو گی تیری آئین کے ابواب میں

ہم لاکھوں شاگردوں، عقیدت مندوں کو اپنے قائد کی پاکستان کے قانونی امور میں مشاورت پر عظیم فخر و ناز ہے۔ اور ہم تمام فضلاء حقانیہ کی طرف سے آپ کو مبارکباد دیتے ہیں۔ مولانا خلیل اللہ حقانی۔ روپ کنڈی گلگرام

○ ایسے مواقع و مجالس میں آپ کی موجودگی اسلام ملک و قوم کے لئے باعث خیر و مسرت ہوگی۔ امید ہے کہ آپ علمائے کرام کے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے علماء کے وقار کو بحال اور اسلامی اقدار کے نفاذ کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔ پھر دوسری خوشخبری یہ ہے کہ ہم نے دارالعلوم شیر گڑھ سے رسالہ الاصلاح کے اجراء کا ارادہ کیا ہے۔

مولانا محمد ادریس حقانی دارالعلوم شیر گڑھ

○ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی قابلیت اور فہم و فراست کی برکت سے ملک میں آئین اسلامی کے عملی نفاذ کے لئے توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اسی کے جناب کے علم و فضل فہم و تدبیر سے امید کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ جناب کا حامی اور ناصر ہو۔

(مولانا قاضی) محمد زاہد الحسینی۔ دارالارشاد۔ اٹک

آپ کا نام ریڈیو پہ سن کر دل باغ باغ ہو گیا شیخ الاسلام مولانا عبدالحق ہمارے مذہبی پیشوا ہیں اور آپ الولد سر لابیہ کے مصداق ہیں۔ ہماری حمایت آپ کے ساتھ ہے اور رہے گی۔ خدا آپ کو اسمبلی میں خدمت دین کی صدا لگاتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد شاہ عالم نقشبندی بیباری آلائی

○ ملک و قوم کے لئے آپ کی مساعی ہم سب کے لئے باعث صد افتخار ہونگی۔ ڈاکٹر ممتاز احمد بکسن ٹوبیکو کمپنی مردان۔

○ آپ اور دوسرے مشائخ اکابر کی مجلس شوریٰ میں شمولیت اللہ تعالیٰ باعث صد برکت اور ملک و ملت کے لئے نیک فال بنا دے۔ انتخابات اور جمہوریت کی رٹ لگانے کے نتائج تو پہلے ہی سامنے آچکے ہیں۔ انتخابات کے ذریعے نیک آدمیوں کا اسمبلیوں میں پہنچنا انتہائی مشکل ہے اور اسی طرح اسلامی آئین کا مسئلہ بھی مشکل ہے۔ اب یہ نیا طرز عمل ہو سکتا ہے کہ ملک و ملت کے لئے مفید ثابت ہو۔ اس شوریٰ میں جس نسبی لحاظ سے اچھے لوگوں کے نام بھی سامنے آتے ہیں صوبائی کونسلوں میں بھی ایسے لوگ ہوں اور صوبائی و ضلعی سطح پر بھی شرعی عدالتیں قائم ہو جائیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلامی آئین کے راستے آسان فرما دے۔ مولانا جلال الدین مہتمم دارالعلوم نصریہ بھیرہ۔ سرگودھا

○ آپ کے لئے سابقہ اسمبلی میں حضرت شیخ الحدیث

مدظلہ العالی کا ایک مثالی کردار پہلے سے موجود ہے۔
قوم اور ملک وملت کو بھی آپ سے وہی امنگیں وابستہ
ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ہمارے دیوبند کے
اکابر کی یہی پالیسی تھی کہ بغیر کسی لالچ اور طمع کے خلوص
اور للہیت کے ساتھ ارباب اقتدار پر محنت کرکے
عالمگیر پیدا کرنا چاہئے السعی منا والاتمام من اللہ
اگر آپ مجلس شوریٰ میں شرکت سے انکار کر دیتے تو
اس کے معنی یہ ہوتے کہ مسلح اور سوار دشمن کے مقابلہ
میں آپ کو باوجود اسلحہ اور سواری مہیا ہونے کے
پیادہ اور بغیر ہتھیار کے جنگ لڑنے پر اصرار ہے
جو عقل وخرد کے نزدیک شکست وریخت کا پیش خیمہ
ہے۔ باری تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔
(مولانا) عبدالقیوم حقانی دارالعلوم حنفیہ چکوال

○ اللہ تعالیٰ نے آنجناب کو ملک وملت کی خدمت سے نوازا
ہے خیر الناس من ینفع الناس۔ یہی حیات طیبہ ہے ایسے
حضرات کا انتخاب ملک وملت کے لئے بہت زیادہ
انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم
سے آپ کی جدوجہد اور دعاؤں سے پاکستان کا معاشرہ
بدل دیں۔ مولانا عبدالخالق خطیب کوہ نور ملز راولپنڈی

○ جامعہ فرقانیہ مدنیہ کوہاٹی بازار کے منتظمین، اساتذہ، طلبہ
کی طرف سے دلی مبارک باد قبول فرمایئے۔ مولانا عبدالحکیم
انگلینڈ گئے ہوئے ہیں۔ ان کی طرف سے بھی مبارک باد
قبول ہو۔ مولانا محمد زرین ناظم جامعہ فرقانیہ راولپنڈی

○ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کو اور جمیع دارالعلوم کو
مبارکباد عرض ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز آپ کے لئے
دینی ودنیاوی وجاہتوں کا ذریعہ بنادے اور ملک
میں اسلامی نظام آئے اور حقانیہ کی مقبولیت وشہرت
چار دانگ عالم میں پہنچے۔
مولانا عبدالحلیم ناظم تعلیمات ومدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ
اسلام آباد

○ تہ دل سے مبارکباد پیش ہے آپ کو دین وملت کی خدمت
کے لئے عمر دراز نصیب فرماتے۔ ڈاکٹر محمد حنیف
اسلامیہ کالج پشاور۔

○ دعا ہے کہ آپ کی تمام کوششیں دین حق اور مسلک علمائے
دیوبند کے [illegible] اللہ تعالیٰ آپ کو اس امتحان میں
بھی کامیاب فرمادے۔ عبدالسلام الحسینی مدرسہ
انوار القرآن شیش محل روڈ۔ لاہور

○ میں گذشتہ ۱۵ برس سے جمعیۃ علماء اسلام میں کام کر رہا
ہوں حضرت [illegible] صاحب مرحوم کا پرائیویٹ سیکرٹری
بھی رہا ہوں لیکن جماعت کی اس پالیسی کو ہمیشہ ہی
بائیکاٹ کیا جاتا رہا ہے میں پسند نہیں کرتا۔ میری طرف
سے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ عبدالستار ہمدانی
خیرپور ٹامیوالی بہاولپور

○ اللہ تعالیٰ آپ کو مذہب وملت کی خدمت کے لئے اپنی
خصوصی تائید وتوفیق سے سرفرازی بخشے محترم
نائب الرئیس جامعہ اسلامیہ مدینہ اور ہمارا مدعو دارالعلوم
اور حضرت مدظلہ کی بابرکت شخصیت سے از حد متاثر
ہوا ہے احاسیس طیبہ اور تحیات مسنونہ پیش کر رہے
ہیں۔ مولانا شیر علی شاہ جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ

○ ہمیں آپ کے انتخاب پر بے حد خوشی ہوئی امت مسلمہ

خصوصاً پاکستان اشتراکیت کے جس گرداب میں پھنسا ہوا ہے صحیح سمت کی طرف ایک معمولی سا قدم بھی باعث صد افتخار ہے۔ آپ سے سینکڑوں نہیں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایسے جذبات وابستہ ہیں جن کا تعلق صرف اور صرف مذہبی اقدار کی سربلندی سے ہے یقین کامل ہے کہ آپ کی ذات بھیڑیوں کے اس ریوڑ میں ایک صحیح چرواہے اور پاسبان کی حیثیت سے ابھرے گی آپ کی ذات پر اعتماد کامل رکھتے ہوئے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو علماء حق کے طائفہ منصورہ کی صحیح ترجمانی کی توفیق سے نوازے۔ حضرت مہتمم جامعہ اساتذہ وطلبہ کی طرف سے مضمون واحد عرض ہے۔
مولانا عزیز الرحمان حقانی ناظم و مدرس جامعہ علوم اسلامیہ لکی مروت۔

○ دلی مبارکباد خداتعالیٰ ملک کی بہتر خدمت کی توفیق دے۔ یوسف ضیاء یونس الٰہی سیٹھی ممبر وفاقی کونسل پشاور

○ دلی مبارکباد خداتعالیٰ اسلامی اقدار کی دینی تعلیم بہتر طور پر پیش کرنے کی توفیق دے۔ مولانا اسعد تھانوی۔ مولانا امجد تھانوی سکھر۔ آپ کے انتخاب پر دلی مبارکباد۔ مولانا نور محمد دانا وزیرستانی۔

○ دلی مبارکباد اور دعائیں۔ صاحب حق صاحب اور قاضی فضل اللہ صاحب صوابی۔

○ آپ اس ملک کی بہتر خدمت کر سکتے ہیں آپ کی نمائندگی ملک وقوم کے لئے باعث فخر ہوگی۔ مجھے دلی مسرت ہے اور آپ کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔ خان محمد ایوب خان اٹک آلائی۔

○ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث کی طرح اسمبلی ہال میں اہل حق کی نمائندگی کرنے کی توفیق دے۔ اور حامی و ناصر ہو۔
حسین احمد قریشی بھوئیگاڑ۔ اٹک

○ جید علماء سے قوی توقع ہے کہ ان کی خدمات اور رجحان شاری سے قوم ایک اسلامی مملکت دیکھنے کی آرزو پوری کر سکے۔ مولوی حبیب الرحمٰن چیئرمین بانڈی آلائی

○ ہم سب کی جانب سے مبارکباد و مزید اقبال کی دعائیں
سید محمد ظاہر شاہ مدنی مسجد کیماڑی کراچی

○ آپ کی شمولیت ہم سب کے لئے باعث فخر عظیم ہے اللہ آپ سے ملک وملت کے لئے بڑے بڑے کام لیں۔
حافظ انیس الدین آرمز نیلا گنبد لاہور

○ اللہ تعالیٰ آپ کو مع احباب کامیاب فرمادے۔ نہایت خوشی ہے۔ حاجی محمد خان عبدالرؤف روہڑی سکھر

○ خداوند تعالیٰ آپ کی شرکت نفاذ اسلام اور کلمہ حق کی سربلندی کا باعث بنادے اور اپنے بزرگوار والد کی طرح اجلاسوں میں آپ بھی وہ کردار ادا کریں جو تا قیامت یاد رکھا جائے۔ بغیر کسی رعب ولالچ حق وصداقت پر مبنی تجاویز پیش کرنے اور پاس کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ مولانا سعید الرحمان قریشی یاغی بند شب قدر

○ امید ہے مولانا مدظلہ کے نقش قدم پر چل کر علماء کے وقار میں مزید اضافہ کریں گے۔ قاری محمد سعید دار العلوم عربیہ سرگودھا۔

○ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور اسے اسلام و پاکستان کے لئے خیر وبرکت کا سبب بنائے اور آپ سے پاکستان میں نفاذ شریعت اور اسلام کی سربلندی کا کام

یس انتخاب آپ کے لئے اور ملت کے لئے مفید ہو۔
اور آپ دینی خدمت انجام دے سکیں۔

(حضرت مولانا) محمد اشرف صاحب اسلامیہ کالج پشاور

○ آپ جن کاموں میں مشغول ہیں وہ کسی منصب کے مساوی نہیں اعلیٰ ہیں مگر ہمیں فخر حاصل ہے کہ آپ جیسے حضرات کی شرکت اسلام کے لئے جگہ خالی نہ رہے گی۔ اور نفاذ شریعت میں دقت نہ ہوگی۔ عبدالحکیم کاظم گجبوری ہزارہ

○ صدر صاحب نے آپ کو نامزد کر کے صحیح قدم اٹھایا ہے آپ اور دوسرے علماء کے اتحاد سے اللہ تعالیٰ اور دوسرے ممبران شوریٰ کو صحیح سمت میں چلنے کی توفیق دے۔ مولانا حضرت علی عثمانی خطیب ضلع بنوں

○ رکنیت کی دلی مبارکباد قبول ہو۔ ڈاکٹر عبدالرشید پی ایچ ڈی کراچی یونیورسٹی۔

○ بے حد خوشی ہے اللہ کرے اس نازک دور میں آپ لوگوں کی شرکت اور قیمتی مشوروں سے قوم صحیح فیصلہ کرنے کے قابل ہو جائے۔ خان رفیق احمد خان ڈھیری جولاگرام مالاکنڈ۔

○ تمام ارکین آرٹس کونسل ویلفیئر آرگنائزیشن سرحد کی طرف سے دلی مبارکباد۔ جہان زیب جابر پشاور

○ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات کی توفیق دے جس سے اللہ راضی ہو اور اس کی مخلوق کو فائدہ پہنچے۔
حاجی محمد حسن آٹو موبائل نوشہرہ

○ آپ کا وجود مجلس شوریٰ کے لئے بہترین اثاثہ ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ عبدالواحد خان ایڈووکیٹ امان کوٹ

○ مبارکباد قبول فرمایئے۔ طاہر حنفی۔ شیخ بھاٹہ راولپنڈی۔

○ دل کی گہرائیوں سے مبارکباد۔ پروفیسر شاہین صولت تقرری سے بے حد خوشی ہوئی مبارکباد قبول کیجئے
ڈاکٹر عبدالشکور ڈائریکٹر ڈائریکٹر سینی نوریم

○ دعا ہے کہ اس نازک موقع پر قومی ذمہ داریوں پر پورے اتریں۔ اختر احمد خان ایم ڈی کارسن کمپلیکس کراچی

○ مبارکباد اور نیک تمنائیں قبول ہوں۔
مولانا عبدالحکیم صاحب ٹانک

○ قومی سطح پر آپ کی اہمیت اور اپنے فیلڈ میں آپ کی خدمات کی صحیح اعتراف ہے امید ہے کہ آپ اپنی پوری صلاحیتیں کام میں لاتے ہوئے ملک و قوم کی خدمت میں پورا پورا حصہ ادا کریں گے۔ خدا آپ کی رہنمائی کرے۔ محمد رفیع الدین جنرل منیجر آدم جی پیپر بورڈ ملز نوشہرہ

○ انتخاب پر دلی مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ بشیر محمود اختر
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔ اسلام آباد

○ دلی مبارکباد اور قوی یقین کہ آپ اسلام کے نشاۃ ثانیہ اور نظریہ پاکستان اور اسلام کے لئے اپنی بہترین صلاحیتیں استعمال کریں گے میں ہر قسم کا تعاون پیش کرتا ہوں۔
غلام دستگیر خان۔ وفاقی وزیر لیبر و افرادی قوت اسلام آباد

○ نفاذ قانون اسلام کے لئے آپ وقتاً فوقتاً نادر اور مشورے دے سکیں گے۔ حافظ عبدالغفور پشاور یونیورسٹی

○ بلا طلب یہ انتخاب کیسی نہیں وہبی ہے اور آپ سے قدرت نے کام لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکریہ کس زبان ہو۔
اعجاز احمد سنگھانوی۔ کراچی

○ مبارک باد دینے میں خوشی محسوس کرتا ہوں میں بہ سلسلہ
بین الاقوامی ہاکی میچ بمبئی گیا تھا اس لئے بروقت
تہنیت پیش نہ کرسکا۔ دلجان خان انسپکٹر جنرل
پولیس صوبہ سرحد

○ آپ کا نام دیکھ کر تعجب ہوا۔ ایسے ادارہ کی رکنیت
سے آپ کو بلند سمجھتا ہوں۔ مگر جو حسن ظن آپ کے
ساتھ ہے اس بنا پر مبارک باد عرض ہے۔
نعیم آسی سیالکوٹ

○ ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سب لوگ مبارک
باد دینے آئے اور اس خوشی میں دبئی میں مقیم یار
دوستوں کو بہت بڑی پارٹی دی گئی۔
احتشام الحق حقانی۔ دبئی پورٹ۔ امارات متحدہ

○ خداوند کریم آپ کو خدمت دین و خدمت خلق اعلیٰ سے
اعلیٰ مراتب پر فائز فرمادے۔
مولوی عبدالباقی کالنش خریداری نمبر ۳۵۴۵

○ دلی مبارکباد و نیک خواہشات۔
اے اے ملک چیئرمین پی ایم ڈی سی کراچی

○ دلی اخلاص سے مبارک باد اس امید پر کہ شرف قبول
بخشیں گے۔ میر صاحب خان خٹک کلفٹن ہوٹل لاہور

○ میرے نزدیک سرخ آندھیوں کے طوفان میں یہ
مقصد مشاورت باعث مبارک بادی ہرگز نہیں
البتہ اس کے اثرات سے رب کریم آپ محبوبوں اور
بزرگوں اور ساتھ ہی ہم خدام کو محفوظ رکھے۔
آپ جیسی نابغہ عظیم شخصیت نے اپنا سیاسی
مستقبل داؤ پر لگانا کیوں ضروری سمجھا۔ مولانا احمد عبدالرحمن
صدیقی۔ نوشہرہ

○ ہم سب کی طرف سے دلی مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ خیر کا سبب
بنادے۔ حاجی محمود۔ صرافہ بازار راولپنڈی

○ شوریٰ میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اسلام کے بنیادی تقاضوں
سے بے خبر اور ناواقف ہیں۔ بھلا وہ ان کی تفصیلات
و جزئیات کو کیا جانیں۔ صدر صاحب کی دینداری سے
توقع تھی کہ وہ ایسے سیاسی اداروں میں علمائے دین
کو زیادہ سے زیادہ کھپا کر مزید تاخیر کو ختم کرنے کی
سعی فرمانے؛ تاہم آٹے میں نمک کے برابر چند علماء
بالخصوص آپ کی شمولیت پر بے حد خوشی ہے۔ اور
جملہ ارکان علماء سے توقع ہے کہ وہ شوریٰ کو حقیقی
اسلامی شوریٰ بنانے کی انتھک سعی فرمائیں گے
آپ سے خصوصی امید ہے کہ اسی دانشمندی،
تیقظ اور دینی احساس کا مظاہرہ فرمائیں گے
جو آپ کے نامدار والد ماجد اسمبلی کے ہر اجلاس میں
فرماتے رہے۔ الطاف الرحمان بنوی لکی مروت

○ جس طرح آپ کی زندگی دین کی خدمت کے لئے
وقف ہے اسی طرح اب سرکاری سطح پر بھی قوم کی
توقعات پر پورے اتریں گے۔ سلیم الجنان
کھاری کراچی

○ دلی مبارک باد قبول کیجئے۔ راحت اللہ خان ہفت روزہ
خلافت۔ کراچی

○ میری اور معارف القرآن کی طرف سے مبارک باد
قبول کیجئے۔

مولانا ابوبکر مہتمم معارف القرآن۔ ہری پور
(باقی۔ باقی)

بقیہ ص ۵۶ بائبل قرآن اور سائنس

لئے کلیسا قارئین کی اس طرح مدد کرتا ہے کہ وہ ان کی حیرت پر غلبہ پا جاتے (صفحہ ۴)

۲ گذشتہ چندرہ سالوں میں ـــــ استقلی روایت کے انتہائی یقینی پہلوؤں کی تنسیخ اس انقلاب سے تاویل کے ان طریقوں میں کم وبیش شروع ہوگئی ہے۔ علاوہ ازیں جگہ جگہ کتابت کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ اور ناگوار گذرتی ہیں۔ البتہ مترجم نے مختلف مقامات پر حواشی کا اضافہ کردیا ہے جو بہت معلوماتی ہیں اور مفید ہوسکتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انگریزی کی اس نوعیت کی کتاب کو اردو میں منتقل کرنے میں مترجم کو بڑے کٹھن مرحلے سے گذرنا پڑا ہوگا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نظر ثانی کی فرصت میسر نہیں آسکی۔ اس قدر اہم کتاب کا ترجمہ ذرا اور توجہ اور دلجمعی سے کیا جاتا تو بڑی گراں قدر خدمت ہوتی۔ مترجم سے استدعا ہے کہ وہ مزید یہ گراں قدر خدمت سرانجام دیں تاکہ ترجمہ شگفتہ اور رواں کہلا سکے۔ اور دلچسپ اور موثر ثابت ہو۔ اس سے انشاء اللہ مفید اثرات مرتب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جزائے خیر بھی بخشے گا۔
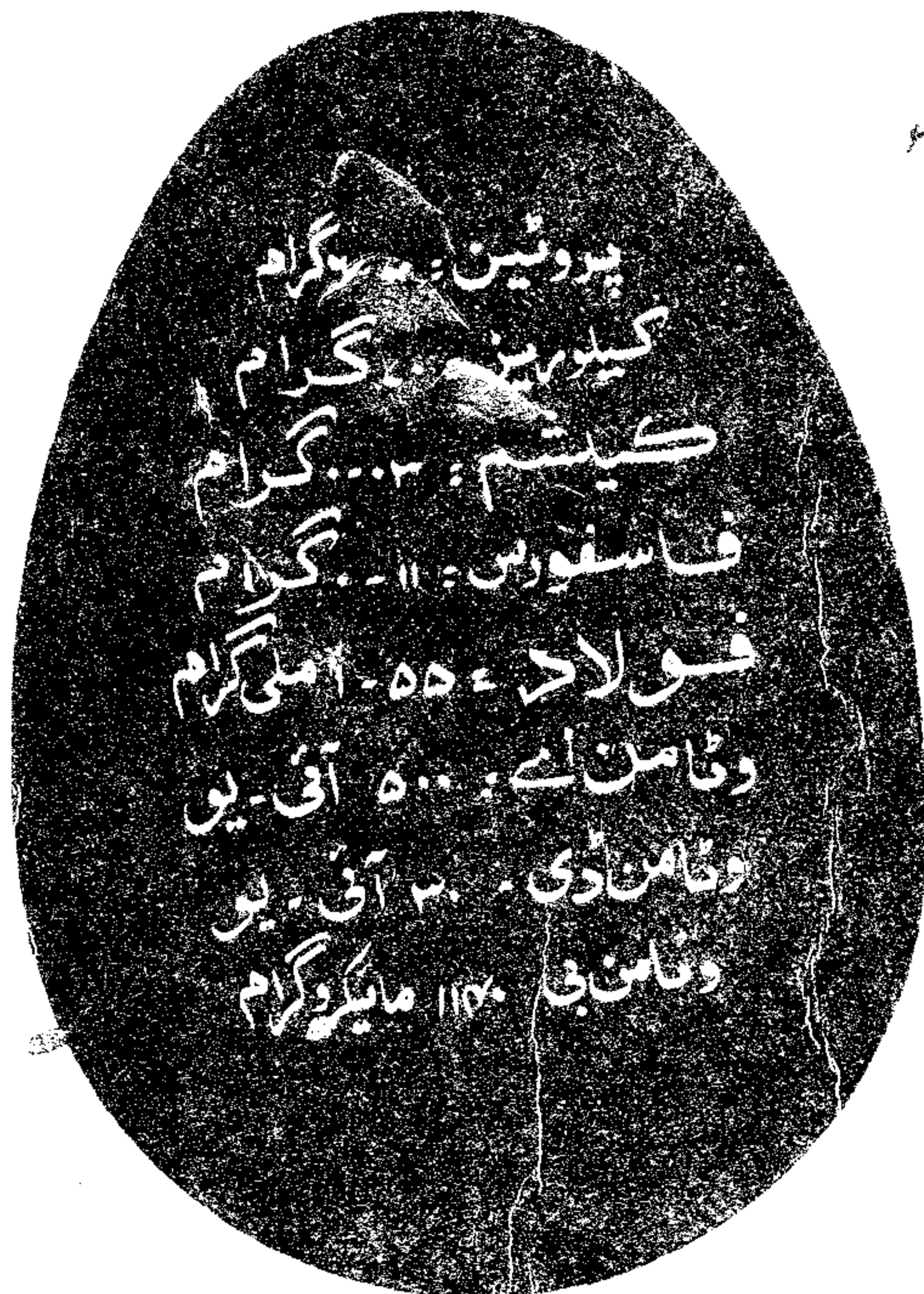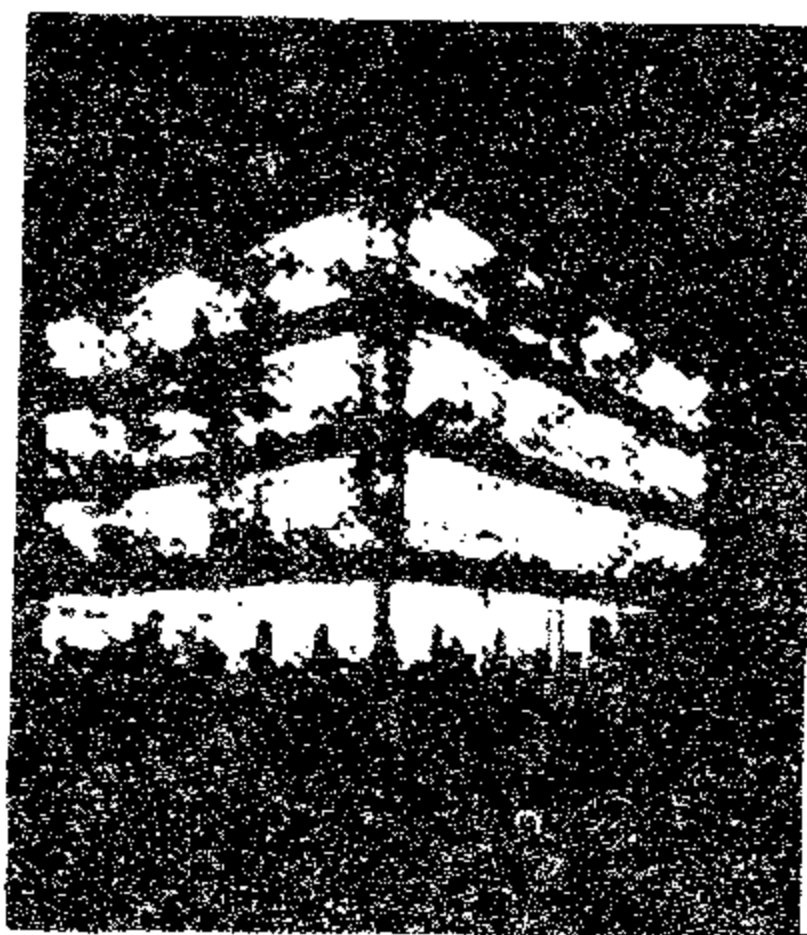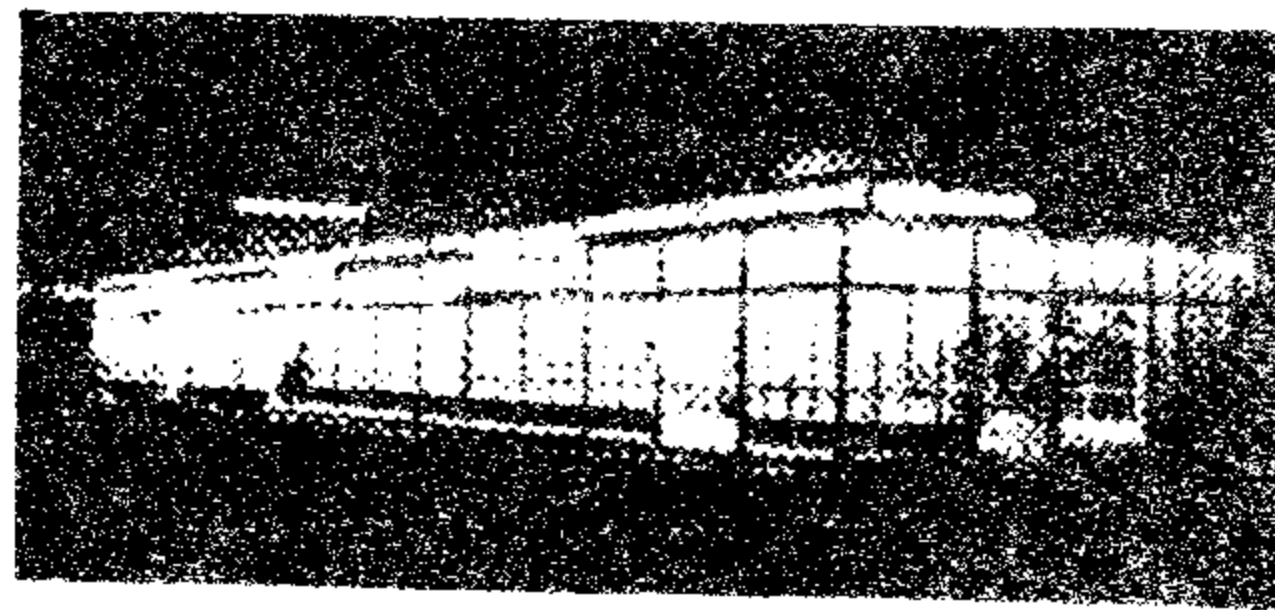
دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر
شیشہ
خواجہ کا
خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہ پاکستان —— حسن ابدال
رجسٹرڈ آفس: ۳- ایبٹ روڈ، لاہور